

تَقْرِيرُ الْوَلَدَنَ

سُورَةُ آلِ عَمْرَنَ

|| ۲ ||

حصہ اول

سید ابوالاعلم مودودی

فہرست

3	نام:	رکو ۳
3	زمانہ نزول اور اجزاء مضمون:	رکو ۳
4	خطاب اور مباحث:	رکو ۴
5	شان نزول:	رکو ۵
8		رکو ۸
17		رکو ۱۷
26		رکو ۲۶
32		رکو ۳۲
40		رکو ۴۰
50		رکو ۵۰
57		رکو ۵۷
61		رکو ۶۱
67		رکو ۶۷

نام:

اس سورت میں ایک مقام ”آل عمران“ کا ذکر آیا ہے۔ اسی کو علامت کے طور پر اس کا نام قرار دے دیا گیا ہے۔

زمانہ سرزوں اور اجزاء مضمون:

اس میں چار تقریریں شامل ہیں:
پہلی تقریر آغازِ سورت سے چوتھے رکوع کی ابتدائی دو آیتوں تک ہے اور وہ غالباً جنگِ بدر کے بعد قربی زمانے ہی میں نازل ہوئی ہے۔

دوسرا تقریر آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى أَدَمَ وَ نُوحًا وَ الْأَبْرَاهِيمَ وَ الْأَعْمَرَنَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾
(اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر اپنی رسالت کے کام کے لیے منتخب کیا تھا) سے شروع ہوتی ہے اور چھٹے رکوع کے اختتام پر ختم ہوتی ہے۔ یہ سن ۹ ہجری میں وفر بخراج کی آمد کے موقع پر نازل ہوئی۔

تیسرا تقریر ساتویں رکوع کے آغاز سے لے کر بارھویں رکوع کے اختتام تک چلتی ہے اور اس کا زمانہ پہلی تقریر سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی تقریر تیرھویں رکوع سے ختم سورت تک جنگِ احمد کے بعد نازل ہوئی ہے۔

خطاب اور مباحث:

اُن مختلف تقریروں کو ملا کر جو چیز ایک مسلسل مضمون بناتی ہے، وہ مقصد و مدد اور مرکزی مضمون کی یکسانیت ہے۔ سورت کا خطاب خصوصیت کے ساتھ دو گروہوں کی طرف ہے: ایک اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)۔ دوسرے وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔

پہلے گروہ کو اُسی طرز پر مزید تبلیغ کی گئی ہے۔ جس کا سلسلہ سورہ بقرہ میں شروع کیا گیا تھا۔ اُن کی اعتقادی گر اہیوں اور اخلاقی خرابیوں پر تنبیہ کرتے ہوئے انھیں بتایا گیا ہے کہ یہ رسول اور یہ قرآن اُسی دین کی طرف بلارہا ہے، جس کی دعوت شروع سے تمام انبیادیتے چلے آئے ہیں اور جو فطرت اللہ کے مطابق ایک ہی دین حق ہے۔ اس دین کے سید ہے رستے سے ہٹ کر جو اہیں تم نے اختیار کی ہیں، وہ خود اُن کتابوں کی رو سے بھی صحیح نہیں ہیں، جن کو تم کتبِ آسمانی تسلیم کرتے ہو۔ لہذا اس صداقت کو قبول کرو جس کے صداقت ہونے سے تم خود بھی انکار نہیں کر سکتے۔

دوسرے گروہ کو، جواب بہترین امت ہونے کی حیثیت سے حق کا علمبردار اور دنیا کی اصلاح کا ذمہ دار بنایا جا چکا ہے، اُسی سلسلے میں مزید ہدایات دی گئی ہیں، جو سورہ بقرہ میں شروع ہوا تھا۔ انہیں پچھلی امتوں کے مذہبی و اخلاقی زوال کا عبرتناک نقشہ دکھا کر متنبہ کیا گیا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچیں۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ ایک مصلح جماعت ہونے کی حیثیت سے وہ کس طرح کام کریں اور اُن اہل کتاب اور منافق مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں، جو خدا کے راستے میں طرح طرح سے رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ انہیں اپنی اُن کمزوریوں کی اصلاح پر بھی متوجہ کیا گیا ہے، جن کاظہور جنگِ اُحد کے سلسلہ میں ہوا تھا۔

اس طرح یہ سورت نہ صرف آپ اپنے مختلف اجزاء میں مسلسل و مربوط ہے، بلکہ سورہ بقرہ کے ساتھ بھی

اس کا ایسا قریبی تعلق نظر آتا ہے کہ یہ بالکل اس کا تَمِّتَه معلوم ہوتی ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا فطری مقام بقرہ سے متصل ہی ہے۔

شانِ نزول:

سورت کا تاریخی پس منظر یہ ہے:

(۱) سورہ بقرہ میں اس دینِ حق پر ایمان لانے والوں کو جن آزمائشوں اور مصائب و مشکلات سے قبل از وقت متنبہ کر دیا گیا تھا، وہ پوری شدّت کے ساتھ پیش آچکی تھیں۔ جنگِ بدر میں اگر اہل ایمان کو فتح حاصل ہوئی تھی، لیکن یہ جنگِ گویا بھڑوں کے جھٹے میں پتھر مارنے کی ہم معنی تھی۔ اس اولین مسلح مقابلے نے عرب کی اُن سب طاقتوں کو چونکا دیا تھا، جو اس نئی تحریک سے عداوت رکھتی تھیں۔ ہر طرف طوفان کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، مسلمانوں پر ایک دائی خوف اور بے اطمینانی کی حالت طاری تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مدینے کی یہ چھوٹی سی بستی، جس نے گرد و پیش کی ساری دنیا سے لڑائی مول لے لی ہے، صفحہ بھستی سے مٹا دالی جائے گی۔ ان حالات کا مدینے کی معاشی حالت پر بھی نہایت بُرا اثر پڑ رہا تھا۔ اول تو ایک چھوٹے سے قصبے میں جس کی آبادی چند سو گھروں سے زیادہ نہ تھی، یکاکی مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کے آجائے ہی سے معاشی توازن بگڑ چکا تھا۔ اس پر مزید مصیبت اس حالتِ جنگ کی وجہ سے نازل ہو گئی۔

(۲) ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطرافِ مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ جو معاہدے کیے تھے، ان لوگوں نے اُن معاہدات کا ذرہ برابر پاس نہ کیا۔ جنگِ بدر کے موقع پر ان اہل کتاب کی ہمدردیاں توحید و نبوت اور کتاب و آخرت کے ماننے والے مسلمانوں کے بجائے بُت پوچنے والے مشرکین کے ساتھ تھیں۔ بدر کے بعد یہ لوگ گھلِم گھللا قریش اور دُوسرے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلا دلا

کر بدلہ لینے پر اکسانے لگے۔ خصوصاً بن نضیر کے سردار کعب بن اشرف نے تو اس سلسلے میں اپنی مخالفانہ کوششوں کو اندر ٹھی عداوت، بلکہ کمینہ پن کی حد تک پہنچا دیا۔ اہل مدینہ کے ساتھ ان یہودیوں کے ہمسایگی اور دوستی کے جو تعلقات صدیوں سے چلے آ رہے تھے، ان کا پاس و لحاظ بھی انہوں نے اٹھا دیا۔ آخر کار جب ان کی شرارتیں اور عہد شکنیاں حد برداشت سے گزر گئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے چند مہینے بعد بن قینقاع پر، جو ان یہودیوں میں سب سے زیادہ شریر لوگ تھے، حملہ کر دیا اور انہیں اطرافِ مدینہ سے نکال باہر کیا۔ لیکن اس سے دوسرے یہودی قبائل کی آتش عناد اور زیادہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے مدینے کے منافق مسلمانوں اور حجاز کے مشرق قبیلوں کے ساتھ ساز باز کر کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہر طرف خطرات ہی خطرات پیدا کر دیے، حتیٰ کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے متعلق ہر وقت یہ اندیشہ رہنے لگا کہ نہ معلوم کب آپ پر قاتلانہ حملہ ہو جائے۔ صحابہ گرام اس زمانے میں بالعموم ہتھیار بند سوتے تھے۔ شبنون کے ڈر سے راقوں کو پھرے دیے جاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی کہیں نگاہوں سے او جھل ہو جاتے تو صحابہ گرام گھبرا کر آپ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے۔

(۳) بدر کی شکست کے بعد قریش کے دلوں میں آپ ہی انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی کہ اس پر مزید تیل یہودیوں نے چھڑکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی سال بعد مکے سے تین ہزار کاشکر جرار مدینے پر حملہ آور ہو گیا و راحد کے دامن میں وہ لڑائی پیش آئی، جو جنگ اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار آدمی مدینے سے نکلے تھے۔ مگر راستے میں سے تین سو منافق یا کیاں الگ ہو کر مدینے کی طرف پلٹ گئے۔ اور جو سات سو آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، ان میں بھی منافقین کی ایک چھوٹی سی پارٹی شامل رہی، جس نے دورانِ جنگ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ برپا کرنے کی ہر ممکن

کو شش کی۔ یہ پہلا موقع تھا جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اپنے گھر میں اتنے کثیر التعداد مار آستین موجود ہیں اور وہ اس طرح باہر کے ڈشمنوں کے ساتھ مل کر خود اپنے بھائی بندوں کو نقصان پہنچانے پر تسلی ہوئے ہیں۔

(۲) جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی، اس میں اگرچہ منافقین کی تدبیروں کا ایک بڑا حصہ تھا، لیکن اس کے ساتھ مسلمانوں کی اپنی کمزوریوں کا حصہ بھی کچھ کم نہ تھا اور یہ ایک قدرتی بات تھی کہ ایک خاص طرز فکر اور نظامِ اخلاق پر جو جماعت ابھی تازہ تازہ ہی بنی تھی، جس کی اخلاقی تربیت ابھی مکمل نہ ہو سکی تھی، اور جسے اپنے عقیدہ و مسلک کی حمایت میں لڑنے کا یہ دوسرا ہی موقع پیش آیا تھا، اس کے کام میں بعض کمزوریوں کا ظہور بھی ہوتا۔ اس لیے یہ ضرورت پیش آئی کہ جنگ کے بعد اس جنگ کی پوری سرگزشت پر ایک مفصل تبصرہ کیا جائے اور اس میں اسلامی نقطہ نظر سے جو کمزوریاں مسلمانوں کے اندر پائی گئی تھیں، ان میں سے ایک ایک کی نشان دہی کر کے اس کی اصلاح کے متعلق ہدایات دی جائیں۔ اس سلسلے میں یہ بات نظر میں رکھنے کے لائق ہے کہ اس جنگ پر قرآن کا تبصرہ اُن تبعروں سے کتنا مختلف ہے، جو دنیوی جزء اپنی لڑائیوں کے بعد کیا کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رکوٰ١٦

الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُومُ ﴿١﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرِيدَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٢﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴿٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفِي عَلَيْهِ شَيْءٌ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقامَةٍ ﴿٤﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفِي عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاوَاتِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِي يُصْوِرُ كُمْ فِي الْأَرْضَ حَمِيرٌ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَتُ مُحَكَّمٌ تُهَنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَآخَرُ مُتَشَبِّهُتُ فَمَآمَا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّسُولُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ أَمَّا بِهِ لُكُّلُّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكِرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾

دکوع ۱

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

اہل، م۔ اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔¹

اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے،² اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے جو حق اور باطل کا فرق دکھانے والی ہے۔³ اب جو لوگ اللہ کے فرائیں کو قبول کرنے سے انکار کریں، ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور بُرا ائی کا بدله دینے والا ہے۔

زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔⁴ وہی تو ہے جو تمہاری ماوں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں، جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے۔⁵ اُس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ وہی خدا ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں⁶ اور دُسری متشابہات۔ جن لوگوں کو دلوں میں ٹیڑھے ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں بخوبی کارہیں، وہ کہتے ہیں کہ ”ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔⁷“ اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ”پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے

رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کبھی میں بُتلانہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔ پروردگار! تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ تو ہر گز اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں ہے۔“ ۶۱

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 1 ▲

شرط کے لیے ملا حصہ ہو سورہ البقرہ، حاشیہ نمبر 278۔ آپ کی سہولت کے لئے یہاں لکھ دیا گیا ہے۔
یعنی نادان لوگوں نے اپنی جگہ چاہیے کتنے ہی خدا اور معبود بنارکھے ہوں، مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خدا انی پوری کی پوری بلا شرکت غیرے اس غیر فانی ذات کی ہے، جو کسی کی بخششی ہوئی زندگی سے نہیں، بلکہ آپ اپنی ہی حیات سے زندہ ہے اور جس کے بل بوتے ہی پر کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔ اپنی سلطنت میں خداوندی کے جملہ اختیارات کا مالک وہ خود ہی ہے۔ کوئی دوسرا نہ اس کی صفات میں اس کا شریک ہے، نہ اس کے اختیارات میں اور نہ اس کے حقوق میں۔ لہذا اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ شریک ٹھیرا کر زمین یا آسمان میں کہاں بھی کسی اور کو معبود (اللہ) بنایا جا رہا ہے، ایک جھوٹ گھڑا جا رہا ہے اور حقیقت کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 2 ▲

عام طور پر لوگ تورات سے مراد بابل کے پرانے عہد نامے کی ابتدائی پانچ کتابیں اور انجیل سے مراد نئے عہد نامے کی چار مشہور انجیلیں لے لیتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ انجمن پیش آتی ہے کہ کیافی الواقع یہ کتابیں کلام الہی ہیں؟ اور کیا واقعی قرآن ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان میں درج ہیں؟ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ تورات بابل کی پہلی پانچ کتابوں کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ان کے اندر مندرج ہے، اور انجیل نئے عہد نامہ کی اناجیل اربعہ کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ان کے اندر پائی جاتی ہے۔

در اصل تورات سے مراد وہ احکام ہیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے لے کر ان کی وفات تک تقریباً چالیس سال کے دوران میں ان پر نازل ہوئے۔ ان میں سے دس احکام تزوہ تھے، جو اللہ تعالیٰ نے پتھر کی لوحوں پر کندہ کر کے انہیں دیے تھے۔ باقی ماندہ احکام کو حضرت موسیٰ نے لکھوا کر اس کی ۱۲ نقلیں بنی اسرائیل کے ۱۲ قبیلوں کو دے دی تھیں اور ایک نقل بنی لاوی کے حوالے کی تھی تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اسی کتاب کا نام ”تورات“ تھا۔ یہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے بیت المقدس کی پہلی تباہی کے وقت تک محفوظ تھی۔ اس کی ایک کاپی جو بنی لاوی کے حوالے کی گئی تھی، پتھروں کی لوحوں سمیت، عہد کے صندوق میں رکھ دی گئی تھی اور بنی اسرائیل اس کو ”توریت“ ہی کے نام سے جانتے تھے۔ لیکن اس سے ان کی غفلت اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ یہودیہ کے بادشاہ یوسیاہ کے عہد میں جب ہیکل سلیمانی کی مرمت ہوئی تو اتفاق سے سردار کا ہن (یعنی ہیکل کے سجادہ نشین اور قوم کے سب سے بڑے مذہبی پیشوں) خلقیاہ کو ایک جگہ توریت رکھی ہوئی مل گئی اور اس نے ایک عجوبے کی طرح اسے شاہی مشی کو دیا اور شاہی مشی نے اسے لے جا کر بادشاہ کے سامنے اس طرح پیش کیا، جیسے ایک عجیب انکشاف ہوا ہے (ملاحظہ ۲-۲۲ سلاطین، باب ۲۲-آیت ۸ تا ۱۳)۔ یہی وجہ ہے کہ جب بخت نصر نے یروشلم فتح کیا اور ہیکل سمیت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی، تو بنی اسرائیل نے تورات کے وہ اصل نسخے، جو ان کے ہاں طاقت نسیاں پر رکھے ہوئے تھے اور بہت تھوڑی تعداد میں تھے، ہمیشہ کے لیے گم کر دیے۔ پھر جب عزرائیل (عزیر) کے زمانے میں بنی اسرائیل کے بچے کچھ لوگ بابل کی اسیری سے واپس یروشلم آئے اور دوبارہ بیت المقدس تعمیر ہوا، تو عزرائیل اپنی قوم کے چند دوسرے بزرگوں کی مدد سے بنی اسرائیل کی پوری تاریخ مرتب کی، جو اب بائبل کی پہلی ۷۰ کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے چار باب، یعنی خروج، احbar، گنتی اور استثناء، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر مشتمل ہیں اور اس سیرت ہی میں تاریخ نزول کی ترتیب کے مطابق

تورات کی وہ آیات بھی حسب موقع درج کر دی گئی ہیں، جو عزرا اور ان کے مددگار بزرگوں کو دستیاب ہو سکیں۔ پس دراصل اب تورات ان منتشر اجزا کا نام ہے، جو سیرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں صرف اس علامت سے پہچان سکتے ہیں کہ اس تاریخی بیان کے دوران میں جہاں کہیں سیرت موسیٰ کا مصنف کہتا ہے کہ خدا نے موسیٰ سے یہ فرمایا، یا موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارا خدا یہ کہتا ہے، وہاں سے تورات کا ایک جز شروع ہوتا ہے اور جہاں پھر سیرت کی تقریر شروع ہو جاتی ہے، وہاں وہ جز ختم ہو جاتا ہے۔ نیچے میں جہاں کہیں کوئی چیز با تبل کے مصنف نے تفسیر و تعریح کے طور پر بڑھادی ہے، وہاں ایک عام آدمی کے لیے یہ تمیز کرنا سخت مشکل ہے کہ آیا یہ اصل تورات کا حصہ ہے، یا شرح و تفسیر۔ تاہم جو لوگ کتب آسمانی میں بصیرت رکھتے ہیں، وہ ایک حد تک صحت کے ساتھ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ان اجزاء میں کہاں تفسیری و تشریحی اضافے ملحوق کر دیے گئے ہیں۔

قرآن انہیں منتشر اجزا کو ”تورات“ کہتا ہے، اور انہیں کی وہ تصدیق کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان اجزاء کو جمع کر کے جب قرآن سے ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے، تو بجز اس کے کہ بعض بعض مقامات پر جزوی احکام میں اختلاف ہے، اصولی تعلیمات میں دونوں کتابوں کے درمیان یک سر موافق نہیں پایا جاتا۔ آج بھی ایک ناظر صریح طور پر محسوس کر سکتا ہے کہ یہ دونوں چشمے ایک ہی منع سے نکلے ہوئے ہیں۔

اسی طرح انجلیل دراصل نام ہے ان الہامی خطبات اور اقوال کا، جو مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ڈھانی تین برس میں بحیثیت نبی ارشاد فرمائے۔ وہ کلمات طیبات آپ کی زندگی میں لکھے اور مرتب کیے گئے تھے یا نہیں، اس کے متعلق اب ہمارے پاس کوئی ذریعہ معلومات نہیں ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں نے انہیں نوٹ کر لیا ہو، اور ممکن ہے کہ سننے والے معتقدین نے ان کو زبانی یاد رکھا ہو۔ بہر حال ایک مدت کے بعد جب آنجلیل کی سیرت پاک پر مختلف رسائل لکھے گئے، تو ان میں تاریخی بیان کے

ساتھ ساتھ وہ خطبات اور ارشادات بھی جگہ حسب موقع درج کر دیے گئے، جو ان رسالوں کے مصنفین تک زبانی روایات اور تحریری یادداشتوں کے ذریعے سے پہنچتے۔ آج متّی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی جن کتابوں کو انجیل کہا جاتا ہے، دراصل انجیل وہ نہیں ہیں، بلکہ انجیل حضرت مسیح کے وہ ارشادات ہیں، جو ان کے اندر درج ہیں۔ ہمارے پاس ان کو پہچاننے اور مصنفین سیرت کے اپنے کلام سے ان کو ممیز کرنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ جہاں سیرت کا مصنف کہتا ہے کہ مسیح نے یہ فرمایا لوگوں کو یہ تعلیم دی، صرف وہی مقامات اصل انجیل کے اجزا ہیں۔ قرآن انہیں اجزا کے مجموعے کو ”انجیل“ کہتا ہے اور انہیں کی وہ تصدیق کرتا ہے۔ آج کوئی شخص ان بکھرے ہوئے اجزا کو مرتب کر کے قرآن سے ان کا مقابلہ کر کے دیکھے، تو وہ دونوں میں بہت ہی کم فرق پائے گا اور جو تھوڑا بہت فرق محسوس ہو گا، وہ بھی غیر معصباً غور و تأمل کے بعد بآسانی حل کی جاسکے گا۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 3 ▲

یعنی وہ کائنات کی تمام حقائقوں کا جاننے والا ہے۔ لہذا جو کتاب اس نے نازل کی ہو، وہ سراسر حق ہی ہونی چاہیے۔ بلکہ خالص حق صرف اسی کتاب میں انسان کو میسر آسکتا ہے، جو اس علیم و دانا کی طرف سے نازل ہو۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 4 ▲

اس میں دو اہم حقائقوں کی طرف اشارہ ہے: ایک یہ کہ تمہاری فطرت کو جیسا وہ جانتا ہے، نہ کوئی دوسرا جان سکتا ہے، نہ تم خود جان سکتے ہو۔ لہذا اس کی رہنمائی پر اعتماد کیے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جس نے تمہارے استقرار حمل سے لے کر بعد کے مراحل تک ہر موقع پر تمہاری چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں تک کو پورا کرنے کا اہتمام کیا، کس طرح ممکن تھا کہ وہ دنیا کی زندگی میں تمہاری

ہدایت و رہنمائی کا انتظام نہ کرتا، حالانکہ تم سب سے بڑھ کر اگر کسی چیز کے محتاج ہو، تو وہ یہی ہے۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 5 ▲

محکم پکی اور پختہ چیز کو کہتے ہیں۔ ”آیات محکمات“ سے مراد وہ آیات ہیں، جن کی زبان بالکل صاف ہے، جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباه کی گنجائش نہیں ہے، جن کے الفاظ معنی و مدعای پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں، جنہیں تاویلات کا تختہ مشق بنانے کا موقع مشکل ہی سے کسی کو مل سکتا ہے۔ یہ آیات ”کتاب کی اصل بنیاد ہیں“، یعنی قرآن جس غرض کے لیے نازل ہوا ہے، اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں۔ انہی میں اسلام کی طرف دنیا کی دعوت دی گئی ہے، انہی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئی ہیں، انہی میں گمراہیوں کی تردید اور راہ راست کی توضیح کی گئی ہے۔ انہی میں دین کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ انہی میں عقائد، عبادات، اخلاق، فرائض اور امر و نہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں۔ پس جو شخص طالب حق ہو اور یہ جاننے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے، اس کی پیاس بجھانے کے لیے آیات محکمات ہی اصل مرجع ہیں اور فطرۃ انہی پر اس کی توجہ مرکوز ہو گی اور وہ زیادہ تر انہی سے فائدہ اٹھانے میں مشغول رہے گا۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 6 ▲

تشابہات، یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباه کی گنجائش ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ انسان کے لیے زندگی کا کوئی راستہ تجویز نہیں کیا جا سکتا، جب تک کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز و انجام اور اس میں انسان کی حیثیت اور ایسے ہی دوسرے بنیادی امور کے متعلق کم سے کم ضروری معلومت انسان کونہ دی جائیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیزیں انسان کے حواس سے ماوراء ہیں، جو انسانی علم کی گرفت میں نہ کبھی آئی ہیں، نہ آسکتی ہیں، جن کو اس نے نہ کبھی دیکھا، نہ چھو، نہ چکھا، ان کے

لیے انسانی زبان میں نہ ایسے الفاظ مل سکتے ہیں جو انہی کے لیے وضع کیے گئے ہوں اور نہ ایسے معروف اسالیب بیان مل سکتے ہیں، جن سے ہر سامع کے ذہن میں ان کی صحیح تصویر رکھنے جائے۔ لامحالہ یہ ناگزیر ہے کہ اس نوعیت کے مضامین کو بیان کرنے کے لیے الفاظ اور اسالیب بیان وہ استعمال کیے جائیں، جو اصل حقیقت سے قریب تر مشابہت رکھنے والی محسوس چیزوں کے لیے انسانی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مابعد الطبعی مسائل کے بیان میں قرآن کے اندر ایسی ہی زبان استعمال کی گئی ہے اور تشابہات سے مراد وہ آیات ہیں، جن میں یہ زبان استعمال ہوئی ہے۔

لیکن اس زبان کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ آدمی کو حقیقت کے قریب تک پہنچادے یا اس کا ایک دھندا لاسا تصور پیدا کر دے۔ ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی، اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پیش آئے گا، حتیٰ کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ پس جو لوگ طالب حق ہیں اور ذوق فضول نہیں رکھتے، وہ تو تشابہات سے حقیقت کے اس دھندے تصور پر قناعت کر لیتے ہیں جو کام چلانے کے لیے کافی ہے اور اپنی تمام تر توجہ مکملات پر صرف کرتے ہیں، مگر جو لوگ بولفضل یافتہ جو ہوتے ہیں، ان کا تمام تر مشغله تشابہات ہی کی بحث و تدقیق ہوتا ہے۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 7 ▲

یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جب وہ لوگ تشابہات کا صحیح مفہوم جانتے ہی نہیں، تو ان پر ایمان کیسے لے سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک معقول آدمی کو قرآن کے کلام اللہ ہونے کا یقین مکملات کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ تشاہد کی تاویلوں سے۔ اور جب آیات مکملات میں غور و فکر کرنے سے اس کو یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب واقعی اللہ ہی کی کتاب ہے، تو پھر تشابہات اس کے دل میں کوئی

خلجان پیدا نہیں کرتے۔ جہاں تک ان کا سیدھا سادھا مفہوم اس کی سمجھ میں آ جاتا ہے، اس کو وہ لے لیتا ہے اور جہاں پیچیدگی رونما ہوتی ہے، وہاں کھونج لگانے اور موشگافیاں کرنے کے بجائے وہ اللہ کے کلام پر محمل ایمان لا کر اپنی توجہ کام کی باتوں کی طرف پھیر دیتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًاٌ وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُوْدُ
 النَّارِ ﴿١﴾ كَدَأْبِ أُلِّ فِرْعَوْنَٰ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَبُوا بِاِيْتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
 بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سُتُّغْلِبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَ
 بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٣﴾ قَدْ كَانَ نَكْمُ أَيَّهُ فِي فِعَاتِنِ التَّقَاتِ فِعَةً تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
 أُخْرَى كَافِرَةً يَرَوْنَهُمْ مِثْلِيهِمْ رَأَى الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤْيِدُ بَنَصِيرَهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ
 لَعِبْرَةً لَا وِلِيَ الْأَبْصَارِ ﴿٤﴾ ذُرِّينَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَ
 الْقَنَاطِيرِ الْمَقْنُطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ
 مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَأْبِ ﴿٥﴾ قُلْ أَوْنِئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذِكْرِ
 لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّظَهَّرَةٌ وَ
 رِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
 ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٧﴾ الصَّابِرِينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالْقَنِيتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَ
 الْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿٨﴾ شَهَدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْتَّلِيكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا
 بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكُفُرُ بِأَيْتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٩﴾ فَإِنْ حَاجُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ طَوْلَةً فَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ وَالْأُمَمِّينَ إِنَّ أَسْلَمْتُمْ طَفْلَنَا فَقِدْ أَهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ طَوْلَةً وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾

رکو ۶

جن لوگوں نے کفر کارویہ اختیار کیا ہے،⁸ انہیں اللہ کے مقابلے میں نہ اُن کا مال کچھ کام دے گا، نہ اولاد۔ وہ دوزخ کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ اُن کا انجمام ویسا ہی ہو گا، جیسا فرعون کے ساتھیوں اور اُن سے پہلے کے نافرمانوں کا ہو چکا ہے کہ انہوں نے آیاتِ الٰہی کو جھٹلایا، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور حق یہ ہے کہ اللہ سخت سزاد ہے والا ہے۔ پس اے محمد! جن لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، اُن سے کہہ دو کہ قریب ہے وہ وقت، جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور جہنم بڑا ہی بڑا ہے۔ تمہارے لیے اُن دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا، جو بدر میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے پچشم سر دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دوچند ہے۔⁹ مگر نتیجہ نے ثابت کر دیا کہ اللہ اپنی فتح و نصرت سے جس کی چاہتا ہے، مدد کر دیتا ہے۔ دیدہ بینار کھنے والوں کے لیے اس میں بڑا سبق پوشیدہ ہے۔¹⁰

لوگوں کے لیے مر غوباتِ نفس۔۔۔ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مولیشی اور زرعی زمینیں۔۔۔ بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت

میں جو بہتر ٹھکانہ ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روشن اختیار کریں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انہیں ہیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی¹¹ اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔¹² یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ ”مالک! ہم ایمان لائے، ہماری خطاوں سے درگزر فرم اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے“ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں،¹³ راستباز ہیں، فرمانبردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔

اللہ نے خود شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے¹⁴ اور (یہی شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔¹⁵ وہ انصاف پر قائم ہے۔ اُس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔¹⁶ اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے، جنہیں کتاب دی گئی تھی، ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوانہ تھی کہ انہوں نے علم آجائے کے بعد آپس میں ایک دوسرا پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا¹⁷ اور جو کوئی اللہ کے احکام وہدایات کی اطاعت سے انکار کر دے، اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ اب اگر یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں، تو ان سے کہو: ”میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔“ پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھو: ”کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی؟¹⁸“ اگر کی تو وہ راہ راست پا گئے، اور اگر اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔^{۲۶}

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 8 ▲

تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ نمبر ۱۶۱۔

کفر“ کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔ ایمان کے معنی ہیں مانا، قبول کرنا، تسلیم کر لینا۔ اس کے برعکس کفر کے معنی ہیں نہ مانا، رد کر دینا، انکار کرنا۔ قرآن کی زو سے کفر کے روایتی مختلف صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ انسان سرے سے خدا ہی کونہ مانے، یا اس کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم نہ کرے اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبود ماننے سے انکار کر دے، یا اسے واحد مالک اور معبود نہ مانے۔

دوسرا یہ کہ اللہ کو تو مانے مگر اس کے احکام اور اس کی ہدایات کو واحد منع علم و قانون تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

تیسرا یہ کہ اصولاً اس بات کو بھی تسلیم کر لے کہ اسے اللہ ہی کی ہدایت پر چلنا چاہیے، مگر اللہ اپنی ہدایات اور اپنے احکام پہنچانے کے لیے جن پیغمبروں کو واسطہ بناتا ہے، انہیں تسلیم نہ کرے۔

چوتھے یہ کہ پیغمبروں کے درمیان تفریق کرے اور اپنی پسند یا اپنے تعصبات کی بنا پر ان میں سے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے۔

پانچویں یہ کہ پیغمبروں نے خدا کی طرف سے عقائد، اخلاق اور قوانینِ حیات کے متعلق جو تعلیمات بیان کی ہیں ان کو، یا ان میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ نظریے کے طور پر تو ان سب چیزوں کو مان لے مگر عملًا احکام اللہ کی دانستہ نافرمانی کرے اور اس نافرمانی پر اصرار کرتا رہے، اور دُنیوی زندگی میں اپنے روایتی کی بنا اطاعت پر نہیں بلکہ نافرمانی ہی پر رکھے۔

یہ سب مختلف طرزِ فکر و عمل اللہ کے مقابلے میں با غیانہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک روئیے کو قرآن کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر قرآن میں کفر کا لفظ کفر ان نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور شکر کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت جس نے دی ہے انسان اس کا احسان مند ہو، اس کے احسان کی قدر کرے، اس کی دی ہوئی نعمت کو اسی کی رضا کے مطابق استعمال کرے، اور اس کا دل اپنے مُحسن کے لیے وفاداری کے جذبے سے لبریز ہو۔ اس کے مقابلے میں کفر یا کفر ان نعمت یہ ہے کہ آدمی یا تو اپنے مُحسن کا احسان ہی نہ مانے اور اسے اپنی قابلیت یا کسی غیر کی عنایت یا سفارش کا نتیجہ سمجھے، یا اس کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کرے اور اسے ضائع کر دے، یا اس کی نعمت کو اس کی رضا کے خلاف استعمال کرے، یا اس کے احسانات کے باوجود اس کے ساتھ غدر اور بے وفائی کرے۔ اس نوع کے کفر کو ہماری زبان میں بالعموم احسان فراموشی، نمک حرامی، غداری اور ناشکرے پن کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

▲ سورۃ آل عمران حاشیہ نمبر: 9

اگرچہ حقیقی فرق سے چند تھا، لیکن سرسری نگاہ سے دیکھنے والا بھی یہ محسوس کیے بغیر تو نہیں رہ سکتا تھا کہ کفار کا شکر مسلمانوں سے دو گناہے۔

▲ سورۃ آل عمران حاشیہ نمبر: 10

جنگ بدرا کا واقعہ اس وقت قربی زمانے ہی میں پیش آچکا تھا، اس لیے اس کے مشاهدات و نتائج کی طرف اشارہ کر کے لوگوں کو عبرت دلائی گئی ہے۔ اس جنگ میں تین باتیں نہایت سبق آموز تھیں:

ایک یہ کہ مسلمان اور کفار جس شان سے ایک دوسرے کے بال مقابل آئے تھے، اس سے دونوں کا اخلاقی فرق صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ ایک طرف کافروں کے لشکر میں شرابوں کے دور چل رہے تھے، ناچنے اور

گانے والی لوٹدیاں ساتھ آئی تھیں اور خوب داد عیش دی جا رہی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے لشکر میں پرہیز گاری تھی، خدا ترسی تھی، انہا درجے کا اخلاقی انضباط تھا، نمازیں تھیں اور روزے تھے، بات بات پر خدا کا نام تھا اور خدا ہی کے آگے دعائیں اور ایجادیں کی جا رہی تھیں۔ دونوں لشکروں کو دیکھ کر ہر شخص بآسانی معلوم کر سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمان اپنی قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باوجود کفار کی کثیر التعداد اور بہتر اسلحہ رکھنے والی فوج کے مقابلے میں جس طرح کامیاب ہوئے، اس سے صاف معلوم ہو گیا تھا کہ ان کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔

تیسرا یہ کہ اللہ کی غالب طاقت سے غافل ہو کر جو لوگ اپنے سرو سامان اور اپنے حامیوں کی کثرت پر پھولے ہوئے تھے، ان کے لیے یہ واقعہ ایک تازیانہ تھا کہ اللہ کس طرح چند مغلس و قلاچ غریب الوطن مہاجریوں اور مدینے کے کاشتکاروں کی ایک مٹھی بھر جماعت کے ذریعے سے قریش جیسے قبیلے کو شکست دلو اسکلتا ہے، جو تمام عرب کا سرتاج تھا۔

سورة آل عمران حاشیہ نمبر: 11 ▲

شرط کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۷۔ آپ کی سہولت کے لئے یہاں لکھ دیا گیا ہے۔

عربی متن میں آذُو اجْهُ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں ”جوڑے“۔ اور یہ لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ شوہر کے لیے بیوی ”زوج“ ہے اور بیوی کے لیے شوہر ”زوج“۔ مگر وہاں یہ ازدواج پاکیزگی کی صفت کے ساتھ ہوں گے۔ اگر دنیا میں کوئی مرد نیک ہے اور اس کی بیوی نیک نہیں ہے، تو آخرت میں ان کا رشتہ کٹ جائے گا اور اس نیک مرد کو کوئی دوسرا نیک بیوی دے دی جائے گی۔ اگر یہاں کوئی عورت نیک ہے اور اس کا شوہر بد، تو وہاں وہ اس برے شوہر کی صحبت سے خلاصی پا جائے

گی اور کوئی نیک مرد اس کا شریکِ زندگی بنادیا جائے گا۔ اور اگر یہاں کوئی شوہر اور بیوی دونوں نیک ہیں، تو وہاں ان کا یہی رشتہ ابدی و سرمدی ہو جائے گا۔

سورہ آل عمران حاشیہ نمبر: 12 ▲

یعنی اللہ غلط بخش نہیں ہے اور نہ سرسری اور سطحی طور پر فیصلہ کرنے والا ہے۔ وہ بندوں کے اعمال و افعال اور ان کی نیتوں اور ارادوں کو خوب جانتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ بندوں میں سے کون اس کے انعام کا مستحق ہے اور کون نہیں ہے۔

سورہ آل عمران حاشیہ نمبر: 13 ▲

یعنی راہ حق پر پوری استقامت دکھانے والے ہیں۔ کسی نقصان یا مصیبت سے ہمت نہیں ہارتے، کسی ناکامی سے دل شکستہ نہیں ہوتے، کسی لالج سے پھسل نہیں جاتے اور ایسی حالت میں بھی حق کا امن مضبوطی کے ساتھ تھامے رہتے ہیں، جبکہ بظاہر اس کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہ آتا ہو۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ نمبر ۶۰)۔

سورہ آل عمران حاشیہ نمبر: 14 ▲

یعنی اللہ جو کائنات کی تمام حقیقوں کا براہ راست علم رکھتا ہے، جو تمام موجودات کو بے جا ب دیکھ رہا ہے، جس کی نگاہ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، یہ اس کی شہادت ہے۔۔۔ اور اس سے بڑھ کر معتبر عینی شہادت اور کس کی ہوگی۔۔۔ کہ پورے عالم وجود میں اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے، جو خداوی کی صفات سے متصف ہو، خداوی کے اقتدار کی مالک ہو، اور خداوی کے حقوق کی مستحق ہو۔

سورہ آل عمران حاشیہ نمبر: 15 ▲

اللہ کے بعد سب سے زیادہ معتبر شہادت فرشتوں کی ہے، کیونکہ وہ سلطنت کائنات کے انتظامی اہل کار ہیں اور وہ براہ راست اپنے ذاتی علم کی بنا پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سلطنت میں اللہ کے سوا کسی کا حکم

نہیں چلتا اور اس کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے، جس کی طرف زمین و آسمان کے انتظامی معاملات میں وہ رجوع کرتے ہوں۔ اس کے بعد مخلوقات میں سے جن لوگوں کو بھی حقائق کا تھوڑا یا بہت علم حاصل ہوا ہے، ان سب کی ابتدائی آفرینش سے آج تک یہ متفقہ شہادت رہی ہے کہ ایک ہی خدا اس پوری کائنات کا مالک و مدرس ہے۔

▲ سورۃآل عمران حاشیہ نمبر: 16

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کر دے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ ایجاد کرے، بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے جو ہدایت پھیجی ہے، ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اسی طرز فکر و عمل کا نام ”اسلام“ ہے اور یہ بات سراسر بجا ہے کہ کائنات کا خالق و مالک اپنی مخلوق اور رعیت کے لیے اس اسلام کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔ آدمی اپنی حماقت سے اپنے آپ کو دہریت سے لے کر شرک و بت پرستی تک ہر نظریے اور ہر مسلک کی پیروی کا جائز حق دار سمجھ سکتا ہے، مگر فرمائے کائنات کی نگاہ میں تو یہ نری بغاوت ہے۔

▲ سورۃآل عمران حاشیہ نمبر: 17

مطلوب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو پیغمبر بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانہ میں آیا ہے، اس کا دین اسلام، ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے، اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے۔ اس اصل دین کو مسخ کر کے اور اس میں کمی بیشی کر کے جو بہت سے مذاہب نوع انسانی میں راجح کیے گئے، ان کی پیدائش کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق، فائدے اور

امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد، اصول اور احکام میں رد و بدل کر ڈالا۔

سورة آں عمران حاشیہ نمبر: 18 ▲

دوسرے الفاظ میں اس بات کو یوں سمجھیے کہ ”میں اور میرے پیر و تواس ٹھیٹھ اسلام کے قائل ہو چکے ہیں جو خدا کا اصل دین ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کیا تم اپنے اور اپنے اسلاف کے بڑھائے ہوئے حاشیوں کو چھوڑ کر اس اصلی و حقیقی دین کی طرف آتے ہو۔“۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَا مُرُونَ
 بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرُهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ حِبَطُوا أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نُصْرَىٰنَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَبِ
 يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَبِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
 قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ
 فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ وَوْفَيْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
 يُظْلَمُونَ ﴿٢٤﴾ قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِ الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ هِنَّ تَشَاءُ وَ
 تُعْزِّزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذَلِّلُ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥﴾ تُولِجُ الْأَيْلَ فِي
 النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الْأَيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ التَّمِيِّتِ وَتُخْرِجُ التَّمِيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ
 تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٦﴾ لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفَّارِيْنَ أَوْلَيَاءَ مِنْ دُونِ
 الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقْتَلَةً وَ
 يُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ طَ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٢٧﴾ قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبَدُّوْهُ
 يَعْلَمُهُ اللَّهُ طَ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ طَ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨﴾ يَوْمَ

تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضًا ۗ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۖ وَيُحَذَّرُ كُمَّ الْلَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٣﴾

رکو ۲

جو لوگ اللہ کے احکام و ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناقن قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں، جو خلقِ خدا میں سے عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے اٹھیں، ان کو دردناک سزا کی خوشخبری سنادو۔¹⁹ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمالِ دُنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے،²⁰ اور ان کا مددگار کوئی نہیں ہے۔²¹

تم نے دیکھا نہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے، ان کا حال کیا ہے؟ انہیں جب کتابِ الہی کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے،²² تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلو تھی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں ”آتشِ دوزخ تو ہمیں مس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روز“۔²³ ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔ مگر کیا بنے گی ان پر جب ہم انہیں اُس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دیدیا جائیگا اور کسی پر ظلم نہ ہو گا۔

کہو! خدا یا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے، حکومت دے اور جس سے چاہے، چھین لے۔ جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو

دن میں پروتا ہو اے اور دن کورات میں۔ جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو۔ اور جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔²⁴

مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ۔²⁵ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔²⁶ اے نبی! لوگوں کو خبر دار کر دو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اُسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ بہر حال اسے جانتا ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ دن آنے والا ہے، جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا خواہ اُس نے بھلانی کی ہو یا بُرانی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا! اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔²⁷

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 19 ▲

یہ طنزیہ اندازِ بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جن کرتوں پر وہ آج بہت خوش ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم بہت خوب کام کر رہے ہیں، انہیں بتا دو کہ تمہارے ان اعمال کا انجام یہ ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 20 ▲

یعنی انہوں نے اپنی قوتیں اور کوششیں ایسی راہ میں صرف کی ہیں جس کا نتیجہ دُنیا میں بھی خراب ہے اور آخرت میں بھی خراب۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 21 ▲

یعنی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو ان کی اس غلط سعی و عمل کو سُپھل بناسکے، یا کم از کم بد انجمامی ہی سے بچاسکے۔ جن جن قوتوں پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ دُنیا میں یا آخرت میں یادوںوں جگہ ان کے کام آئیں گی، ان میں سے فی الواقع کوئی بھی ان کی مددگار ثابت نہ ہو گی۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 22 ▲

یعنی ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا ای کتاب کو آخری سند مان لو، اس کے فیصلے کے آگے سرجھکا دو اور جو کچھ اس کی رو سے حق ثابت ہو، اسے حق اور جو اس کی رو سے باطل ثابت ہو، اسے باطل تسلیم کر لو۔ واضح رہے کہ اس مقام پر خدا کی کتاب سے مراد تورات و انجیل ہے اور ”کتاب کے علم“ میں سے کچھ حصہ پانے والوں ” سے مراد یہود و نصاریٰ کے علماء ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 23 ▲

یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو خدا کا چھیتا سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ہم خواہ کچھ کریں بہر حال جنت ہماری ہے۔ ہم اہل ایمان ہیں، ہم فلاں کی اولاد اور فلاں کی اُمّت اور فلاں کے مرید اور فلاں کے دامن گرفتہ ہیں، بھلا دوزخ کی کیا مجال کہ ہمیں چھو جائے۔ اور بالفرض اگر ہم دوزخ میں ڈالے بھی گئے تو بس چند روز وہاں رکھے جائیں گے تاکہ گناہوں کی جو آلات لگ گئی ہے وہ صاف ہو جائے، پھر سیدھے جنت میں پہنچا دیے جائے گے۔ اسی قسم کے خیالات نے ان کو اتنا جری و بے باک بنا دیا ہے کہ وہ سخت سے سخت جرائم کا ارتکاب کر جاتے ہیں، بدترین گناہوں کے مرتكب ہوتے ہیں، کھلم کھلا حق سے

انحراف کرتے ہیں اور ذرا خدا کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 24 ▲

جب انسان ایک طرف کافروں اور نافرمانوں کے کرتوں دیکھتا ہے اور پھر یہ دیکھتا ہے کہ وہ دنیا میں کس طرح بچھل پھول رہے ہیں، دوسری طرف اہل ایمان کی اطاعت شعارات یاں دیکھتا ہے اور پھر ان کو اس فقر و فاقہ اور ان مصائب و آلام کا شکار دیکھتا ہے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ گرامینہ ہجری اور اس کے لگ بھگ زمانے میں بُتلا تھے، تو قدرتی طور پر اس کے دل میں ایک عجیب حسرت آمیز استقہام گردش کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی استقہام کا جواب دیا ہے اور ایسے لطیف پیرائے میں دیا ہے کہ اس سے زیادہ اطافت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 25 ▲

یعنی اگر کوئی مومن کسی دشمن اسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اسے ان کے ظلم و ستم کا خوف ہو، تو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا انہی میں کا ایک آدمی ہے۔ یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے وہ کفار کے ساتھ دوستانہ رویّہ کا اظہار کر سکتا ہے، حتیٰ کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمہ کفر تک کہہ جانے کی رخصت ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 26 ▲

یعنی کہیں انسانوں کا خوف تم پر اتنا نہ چھا جائے کہ خدا کا خوف دل سے نکل جائے۔ انسان حد سے حد تمہاری

دنیا بگاڑ سکتے ہیں مگر خدا تمہیں ہمیشگی کا عذاب دے سکتا ہے۔ لہذا اپنے بچاؤ کے لیے اگر بدرجہ مجبوری کبھی کفار کے ساتھ تقیہ کرنا پڑے، تو وہ بس اس حد تک ہونا چاہیے کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مفاد اور کسی مسلمان کی جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر تم اپنی جان و مال کا تحفظ کر لو۔ لیکن خبردار، کفر اور کفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلے میں کفر کو فروغ حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کفار کے غالب آجائے کا امکان ہو۔ خوب سمجھ لو کہ اگر اپنے آپ کو بچانے کے لیے تم نے اللہ کے دین کو یا اہل ایمان کی جماعت کو یا کسی ایک فردِ مومن کو بھی نقصان پہنچایا، یا خدا کے باغیوں کی کوئی حقیقی خدمت انجام دی، تو اللہ کے محابی سے ہر گز نہ نفع سکو گے۔ جانا تم کو بہر حال اسی کے پاس ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 27 ▲

یعنی یہ اس کی انتہائی خیر خواہی ہے کہ وہ تمہیں قبل از وقت ایسے اعمال پر متنبہ کر رہا ہے جو تمہارے انجام کی خرابی کے موجب ہو سکتے ہیں۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ
 رَّحِيمٌ ﴿١﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِينَ ﴿٢﴾ إِنَّ اللَّهَ
 أَصْطَفَى أَدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَنَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ
 وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَنَ رَبِّي إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلَ
 مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّي إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثِي وَاللَّهُ
 أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكْرُ كَالْأُنْثِي وَإِنِّي سَمِيتُهَا مَرِيمَ وَإِنِّي أُعِيدُهَا بِكَ وَ
 ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ﴿٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبْوِلِ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا
 حَسَنًا وَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاً كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّاً الْمِحْرَابُ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَانِيَّا
 يَمِيرِيمُ أَنِّي لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٧﴾
 هُنَّا إِلَكَ دَعَا زَكَرِيَّاً رَبَّهُ قَالَ رَبِّي هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٨﴾
 فَنَادَتْهُ الْمَلِئَكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحِيٍّ مُصَدِّقًا بِكَلِمَتِهِ
 مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّلِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّي أَنِّي يَكُونُ لِيْ غُلْمَانٌ وَقَدْ
 بَلَغَنِي الْكِبَرُ وَأَمْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿١٠﴾ قَالَ رَبِّي أَجْعَلْ لِيْ آيَةً

قَالَ أَيْتُكَ أَلَا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَثَةَ آيَٰ مِنْ إِلَّا رَمْزاً ۚ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا ۗ وَ سَبِّحْ بِالْعُثْنِيٍّ ۗ

الْإِبْكَارِ ﴿٣١﴾

رکو ۲

اے نبی! لوگوں سے کہ دو کہ ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاوں سے در گزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور حیم ہے“۔ ان سے کہو کہ ”اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو“ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔ **28**

اللہ **29** نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران **30** کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا تھا۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ **31** وہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت **32** کہہ رہی تھی کہ ”میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہو گا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرم۔ تو سننے اور جاننے والا ہے“۔ **33** پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا ”مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔۔۔ حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔۔۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ **34** خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مددود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں“۔ آخر کار

اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوبی قبول فرمالیا۔ اُسے بڑی اچھی لڑکی بنانے کا اٹھایا۔ اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا۔

زکریا³⁵ جب کبھی اس کے پاس محراب³⁶ میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا۔ پوچھتا مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر زکریا نے اپنے رب کو پکارا ”پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا سننے والا ہے۔“³⁷ جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ ”اللہ تجھے میحی³⁸ کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان³⁹ کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا۔ اس میں سرداری و بزرگی کی شان ہو گی۔ کمال درجہ کا ضابط ہو گا۔ نبوت سے سرفراز ہو گا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔ زکریا نے کہا“ پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہو گا، میں تو بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔“ جواب ملا ”ایسا ہی ہو گا،⁴⁰ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“ عرض کیا مالک! پھر کوئی نشانی میرے لیے مقرر فرمادے۔ کہا ”⁴¹ نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے سوا کوئی بات چیت نہ کرو گے ॥ یا نہ کر سکو گے ॥“ اس دوران میں اپنے رب کو بہت یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہنا۔“⁴²

▲ سورۃ ال عمران حاشیہ نمبر: 28

یہاں پہلی تقریر ختم ہوتی ہے۔ اس کے مضمون، خصوصاً جنگِ بدرا کی طرف جو اشارہ اس میں کیا گیا ہے، اس کے انداز پر غور کرنے سے غالب قیاس یہی ہوتا ہے کہ اس تقریر کے نزول کا زمانہ جنگِ بدرا کے بعد اور جنگِ اُحد سے پہلے کا ہے، یعنی ۳ هجری۔ محمد بن اسحاق کی روایت سے عموماً لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی

ہے کہ اس سورت کی ابتدائی 80 آیتیں وفدِ نجران کی آمد کے موقع پر ۹ ہجری میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن اول تو اس تمہیدی تقریر کا مضمون صاف بتارہا ہے کہ یہ اس سے بہت پہلے نازل ہوئی ہو گی، دوسرے مقاتل بن سلیمان کی روایت میں تصریح ہے کہ وفدِ نجران کی آمد پر صرف وہ آیات نازل ہوئی ہیں جو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بیان پر مشتمل ہیں اور جن کی تعداد 30 یا اس سے کچھ زائد ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 29 ▲

یہاں سے دوسری خطبہ شروع ہوتا ہے۔ اس کے نزول کا زمانہ ۹ ہجری ہے، جب کہ نجران کی عیسائی جمہوریت کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے۔ اس وقت اس علاقے میں 73 بستیاں شامل تھیں اور کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ 20 ہزار قابل جنگ مرد اس میں سے نکل سکتے تھے۔ آبادی تمام تر عیسائی تھی اور تین سرداروں کے زیر حکم تھی۔ ایک عاقب کھلا تھا، جس کی حیثیت امیرِ قوم کی تھی۔ دوسرا سید کھلا تھا، جوان کے تمدنی و سیاسی امور کی نگرانی کرتا تھا اور تیسرا سُقُف (بسپ) تھا جس سے مذہبی پیشوائی متعلق تھی۔ جن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور تمام اہل عرب کو یقین ہو گیا کہ ملک کا مستقبل اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے، تو عرب کے مختلف گوشوں سے آپ کے پاس وفد آنا شروع ہو گئے۔ اسی سلسلے میں نجران کے تینوں سردار بھی 60 آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینے پہنچے۔ جنگ کے لیے بہر حال وہ تیار نہ تھے۔ اب سوال صرف یہ تھا کہ آیا وہ اسلام قبول کرتے ہیں یا مذہبی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خطبہ نازل کیا تاکہ اس کے ذریعے سے وفدِ نجران کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 30 ▲

عمران حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کے والد کا نام تھا، جسے باکیبل میں ”عَمَرَام“ لکھا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 31 ▲

مسيحیوں کی گمراہی کا تمام تر سبب یہ ہے کہ وہ مسیح کو بندہ اور رسول مانتے کے بجائے اللہ کا پیٹا اور الوہیت میں اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔ اگر ان کی یہ بنیادی غلطی رفع ہو جائے، تو اسلام صحیح و خالص کی طرف ان کا پلٹنا بہت آسان ہو جائے۔ اسی لیے اس خطبے کی تمہید یوں اٹھائی گئی ہے کہ آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کے سب پیغمبر انسان تھے، ایک کی نسل سے دوسرا پیدا ہوا تا چلا آیا، ان میں سے کوئی بھی خدا نہ تھا، ان کی خصوصیت بس یہ تھی کہ خدا نے اپنے دین کی تبلیغ اور دنیا کی اصلاح کے لیے ان کو منتخب فرمایا تھا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 32 ▲

اگر عمران کی عورت سے مراد ”عمران کی بیوی“ لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ عمران نہیں ہیں جن کا ذکر اور پر ہوا ہے، بلکہ یہ حضرت مریمؓ کے والد تھے، جن کا نام شاید عمران ہو گا۔ (مسیحی روایات میں حضرت مریمؓ کے والد کا نام یو آخیم Ioachim لکھا ہے) اور اگر عمران کی عورت سے مراد آل عمران لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضرت مریمؓ کی والدہ اس قبلیے سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ معلومات نہیں ہے جس سے ہم قطعی طور پر ان دونوں معنوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دے سکیں، کیونکہ تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت مریمؓ کے والد کون تھے اور ان کی

والدہ کس قبلیے کی تھیں۔ البتہ اگر یہ روایت صحیح مانی جائے کہ حضرت یحییٰؑ کی والدہ اور حضرت مریم کی والدہ آپس میں رشتہ کی بہنیں تھیں تو پھر ”عمران کی عورت“ کے معنی قبلیہ عمران کی عورت ہی درست ہوں گے، کیونکہ انجلیل لوقا میں ہم کو یہ تصریح ملتی ہے کہ حضرت یحییٰؑ کی والدہ حضرت ہارونؑ کی اولاد سے تھیں (لوقا ۱:۵)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 33 ▲

یعنی تو اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور ان کی نیتوں کے حال سے واقف ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 34 ▲

یعنی لڑکاؤں بہت سی فطری کمزوریوں اور تمدنی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے، جو لڑکی کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہیں، لہذا اگر لڑکا ہوتا تو وہ مقصد زیادہ اچھی طرح حاصل ہو سکتا تھا جس کے لیے میں اپنے بچے کو تیری راہ میں نذر کرنا چاہتی تھی۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 35 ▲

اب اس وقت کا ذکر شروع ہوتا ہے جب حضرت مریم سن رُشد کو پہنچ گئیں اور بیت المقدس کی عبادت گاہ (ہیکل) میں داخل کر دی گئیں اور ذکرِ اللہ میں شب و روز مشغول رہنے لگیں۔ حضرت زکریا جن کی تربیت میں وہ دی گئی تھیں، غالباً رشتہ میں ان کے خالو تھے اور ہیکل کے مجاوروں میں سے تھے۔ یہ وہ زکریا بنی نہیں ہیں جن کے قتل کا ذکر بائیبل کے پرانے عہد نامے میں آیا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 36 ▲

لفظ محراب سے لوگوں کا ذہن بالعموم اس محراب کی طرف چلا جاتا ہے جو ہماری مسجدوں میں امام کے کھڑے ہونے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں سے محراب سے یہ چیز مراد نہیں ہے۔ صوامع اور کنیسوں میں اصل عبادت گاہ کی عمارت سے متصل سطح زمین سے کافی بلندی پر جو کمرے بنائے جاتے ہیں، جن میں عبادت گاہ کے مجاور، خدام اور مختلف لوگ رہا کرتے ہیں، انہیں محراب کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کے کروں میں سے ایک میں حضرت مریم مختلف رہتی تھیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 37 ▲

حضرت زکریا اس وقت تک بے اولاد تھے۔ اس نوجوان صالحہ لڑکی کو دیکھ کر فطرۃً ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش، اللہ انہیں بھی ایسی ہی نیک اولاد عطا کرے، اور یہ دیکھ کر کہ اللہ کس طرح اپنی قدرت سے اس گوشہ نشین لڑکی کو رزق پہنچا رہا ہے، انہیں یہ اُمید ہوئی کہ اللہ چاہے، تو اس بڑھاپے میں بھی ان کو اولاد دے سکتا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 38 ▲

بائبل میں ان کا نام ”یوہنا پیغمبر دینے والا (John the Baptist)“ لکھا ہے۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہوتی باب 3 و 11 و 14۔ مرقس باب 1 و 6۔ لوقا باب 1 و 3

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 39 ▲

اللہ کے ”فرمان“ سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔ چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان

سے خرّقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی اس لیے ان کو قرآن مجید میں "کَلِمَةٌ مِّنَ اللَّهِ" کہا گیا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 40 ▲

یعنی تیرے بڑھاپے اور تیری بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ تھے بیٹا دے گا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 41 ▲

یعنی ایسی علامت بتا دے کہ جب ایک پیر فرتوت اور ایک بوڑھی بانجھ کے ہاں لڑکے کی ولادت جیسا عجیب غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہو تو اس کی اطلاع مجھے پہلے سے ہو جائے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 42 ▲

اس تقریر کا اصل مقصد عیسائیوں پر ان کے اس عقیدے کی غلطی واضح کرنا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور اللہ سمجھتے ہیں۔ تمہید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر اس وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام کی ولادت مجرمانہ طریقہ سے ہوئی تھی اُسی طرح ان سے چھ ہی مہینہ پہلے اُسی خاندان میں حضرت یحییٰ کی پیدائش بھی ایک دوسری طرح کے مجرزے سے ہو چکی تھی۔ اس سے اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اگر یحییٰ کو ان کی اعجازی ولادت نے الٰہ انہیں بنایا تو مسیحؐ محض اپنی غیر معمولی پیدائش کے بل پر اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلِئَكَةُ يَمِّينًا اللَّهَ أَصْطَفَكِ وَظَهَرَ لَكِ وَأَصْطَفَكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ٣٢
 يَمِّينًا أَقْنَتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدْنِي وَارْكَعْنِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ٣٣ ذَلِكَ مِنْ آثَابِ الْغَيْبِ نُوحِيَ
 إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقَوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيْهُمْ يَكُفُلُ مَرِيمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ
 يَخْتَصِسُونَ ٣٤ إِذْ قَالَتِ الْمَلِئَكَةُ يَمِّينًا اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ ٣٥ اسْمُهُ الْمَسِيحُ
 عِيسَى ابْنُ مَرِيمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ٣٦ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي
 الْمُهَدِّدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ٣٧ قَالَتْ رَبِّي أَنِّي يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسِسْنِي بَشَرٌ قَالَ
 كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ٣٨ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ٣٩ وَيُعَلِّمُهُ
 الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرِيدَ وَالْإِنْجِيلَ ٤٠ وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ٤١ أَنِّي قَدْ
 جِئْتُكُمْ بِأَيَّةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ٤٢ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهْيَةً الطَّيْرِ فَانْفُخْ فِيهِ
 فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ٤٣ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ ٤٤ وَ
 أُنِئِكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ ٤٥ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 مُؤْمِنِينَ ٤٦ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَ مِنَ التَّوْرِيدِ وَلَا حِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ
 عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِأَيَّةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ٤٧ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ٤٨ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

فَاعْبُدُوهُ ط هذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦﴾ فَلَمَّا أَحَسَ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ
أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ أَمْنَا بِاللَّهِ وَ اشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
رَبَّنَا أَمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّهِيدِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوا وَ
مَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكَرِيْنَ ﴿٥٤﴾

رکوء ۵

پھر وہ وقت آیا جب مریم سے فرشتوں نے آکر کہا ”اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی
اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا۔ اے مریم! اپنے رب کی
تابع فرمان بن کر رہ، اس کے آگے سر بسجود ہو، اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ
تو بھی جھک جا۔“ -

اے محمد! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم کو وحی کے ذریعہ سے بتا رہے ہیں، ورنہ تم اس وقت وہاں موجود نہ
تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریم کا سرپرست کون ہو اپنے اپنے قلم پھینک رہے
تھے، ⁴³ اور نہ تم اس وقت حاضر تھے جب ان کے درمیان جھگڑا برپا تھا۔

اور جب فرشتوں نے کہا ”اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ
ابن مریم ہو گا، دنیا اور آخرت میں معزز ہو گا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے
گھوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہو گا۔“ یہ سُن کر مریم

بولی ”پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہو گا، مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔“ جواب ملا ”ایسا ہی ہو گا،⁴⁴ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔“ فرشتوں نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں کہا⁴⁵ ”اور اللہ اُسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنار رسول مقرر کرے گا۔“

﴿ اور جب وہ بحیثیت رسول بنی اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا⁴⁶ ”میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک جسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔ اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔⁴⁵ اور میں اُس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے۔⁴⁶ اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔⁴⁷ دیکھو، میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں، الہذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، الہذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔⁴⁸

جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا ”کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟“؟ حواریوں⁴⁹ نے جواب دیا ”ہم اللہ کے مددگار ہیں،⁵⁰ ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم مسلم ﷺ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے ہیں۔ مالک! جو فرمان ٹو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان

لیا اور رسول کی پیروی قبول کی، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

پھر بنی اسرائیل مسیح کے خلاف خفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔^{۶۵}

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 43 ▲

یعنی قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ اس قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی تھی کہ حضرت مریمؑ کی والدہ نے ان کو خدا کے کام کے لیے ہیکل کی نذر کر دیا تھا۔ اور وہ چونکہ لڑکی تھیں اس لیے یہ ایک نازک مسئلہ بن گیا تھا کہ ہیکل کے مجاوروں میں سے کس کی سر پرستی میں وہ رہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 44 ▲

یعنی باوجود اس کے کہ کسی مرد نے تجھے ہاتھ نہیں لگایا، تیرے ہاں بچھ پیدا ہو گا۔ یہی لفظ **گذلک** (ایسا ہی ہو گا) حضرت زکریا کے جواب میں بھی کہا گیا تھا۔ اس کا جو مفہوم وہاں ہے وہی یہاں بھی ہونا چاہیے۔ نیز بعد کا فقرہ بلکہ پچھلا اور اگلا سارا بیان اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو صنفی موافقت کے بغیر بچ پیدا ہونے کی بشارت دی گئی تھی اور فی الواقع اسی صورت سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔ ورنہ اگر بات یہی تھی کہ حضرت مریمؑ کے ہاں اُسی معروف فطری طریقہ سے بچ پیدا ہونے والا تھا جس طرح دنیا میں عورتوں کے ہاں ہوا کرتا ہے، اور اگر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش فی الواقع اُسی طرح ہوئی ہوتی تو یہ سارا بیان قطعی مہمل ٹھیک رہتا ہے جو چوتھے رکوع سے چھٹے رکوع تک چلا جا رہا ہے، اور وہ تمام بیانات بھی بے معنی قرار پاتے ہیں جو ولادت مسیحؐ کے باب میں قرآن کے دوسرے مقامات پر ہمیں ملتے ہیں۔ عیسائیوں

نے حضرت عیسیٰؐ کو اللہ اور ابن اللہ اسی وجہ سے سمجھا تھا کہ ان کی پیدائش غیر فطری طور پر بغیر باپ کے ہوئی تھی، اور یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر الزام بھی اسی وجہ سے لگایا کہ سب کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک لڑکی غیر شادی شدہ تھی اور اس کے ہاتھ پیدا ہوا۔ اگر یہ سرے سے واقعہ ہی نہ تھا تو ان دونوں گروہوں کے خیالات کی تردید میں بس اتنا کہہ دینا بالکل کافی تھا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو، وہ لڑکی شادی شدہ تھی، فلاں شخص اس کا شوہر تھا، اور اسی کی نطفے سے عیسیٰؐ پیدا ہوئے تھے۔ یہ مختصر سی دو ٹوک بات کہنے کے بعد آخر اتنی لمبی تمہید یہ اٹھانے اور پیچ در پیچ باتیں کرنے اور صاف صاف مسیح بن فلاں کہنے کے بجائے مسیح ابن مریم کہنے کی آخر کیا ضرورت تھی جس سے بات سلب ہونے کے بجائے اور الجھ جائے۔ پس جو لوگ قرآن کو کلام اللہ مانتے ہیں اور پھر مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ولادت حسبِ معمول باپ اور ماں کے اتصال سے ہوئی تھی وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اظہار مافی الصمیر اور بیانِ مددعا کی اُتی قدرت بھی نہیں رکھتا جتنی خود یہ حضرات رکھتے ہیں (معاذ اللہ)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 45 ▲

یعنی یہ علامات تم کو اس امر کا اطمینان دلانے کے لیے کافی ہیں کہ میں اُس خدا کا بھیجا ہوا ہوں جو کائنات کا خالق اور حاکمِ ذی اقتدار ہے۔ بشر طیکہ تم حق کو ماننے کے لیے تیار ہو، ہٹ دھرم نہ ہو۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 46 ▲

یعنی یہ میرے فرستادہ خدا ہونے کا ایک اور ثبوت ہے۔ اگر میں اُس کی طرف سے بھیجا ہوانہ ہوتا بلکہ جھوٹا مدعی ہوتا تو خود ایک مستقل مذہب کی بنادالتا اور اپنے ان کمالات کے زور پر تمہیں سابق دین سے ہٹا کر

اپنے ایجاد کردہ دین کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ لیکن میں تو اُسی اصل دین کو مانتا ہوں اور اُسی تعلیم کو صحیح قرار دے رہا ہوں جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبر مجھ سے پہلے لائے تھے۔

یہ بات کہ مسیح علیہ السلام وہی دین لے کر آئے تھے جو موسیٰ علیہ السلام اور دُوسرے انبیاء نے پیش کیا تھا، راجح وقت اناجیل میں بھی واضح طور پر ہمیں ملتی ہے۔ مثلاً متی کی روایت کے مطابق پہاڑی کے وعظ میں مسیح علیہ السلام صاف فرماتے ہیں ”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں“۔ (۱۷:۵)

ایک یہودی عالم نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ احکامِ دین میں اولین حکم کونسا ہے؟ جواب میں آپ نے فرمایا ”خداؤند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دُوسرا اس کے مانند یہ ہے کہ اپنے پڑو سی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیا کے صحیفوں کا مدار ہے۔“ (متی ۲۲: ۳۷-۳۸)

پھر حضرت مسیح اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں ”فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گذی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو مگر ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔“ (متی ۲۲: ۳-۴)

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 47 ▲

یعنی تمہارے جہل کے توہمات، تمہارے نقیبوں کی قانونی موشگافیوں، تمہارے رہبانیت پسند لوگوں کے تشدّدات، اور غیر مسلم قوموں کے غلبہ و تسلط کی بدلت تمہارے ہاں اصل شریعتِ اللہی پر جن قیود کا اضافہ ہو گیا ہے، میں ان کو منسوخ کر دوں گیا اور تمہارے لیے وہی چیزیں حلال اور وہی حرام قرار دوں گا

جنہیں اللہ نے حلال یا حرام کیا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 48 ▲

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیا علیہم السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بھی بنیادی نکات یہی تین تھے :

ایک یہ کہ اقتدارِ اعلیٰ، جس کے مقابلہ میں بندگی کارویٰ اختیار کیا جاتا ہے اور جس کی اطاعت پر اخلاق و تمدن کا پورا نظام قائم ہوتا ہے، صرف اللہ کے لیے مختص تسلیم کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اُس مقندرِ اعلیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے نبی کے حکم کی اطاعت کی جائے۔

تیسرا کہ کہ انسانی زندگی کو حللت و حرمت اور جواز و عدم جواز کی پابندیوں سے جکڑنے والا قانون و ضابطہ صرف اللہ کا ہو، دوسروں کے عائد کردہ قوانین منسوخ کر دیے جائیں۔

پس در حقیقت حضرت عیسیٰ^۱ اور حضرت موسیٰ^۲ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا کے میشن میں یک سر مُفرق نہیں ہے۔ جن لوگوں نے مختلف پیغمبروں کے مختلف میشن قرار دیے ہیں اور ان کے درمیان مقصد و نوعیت کے اعتبار سے فرق کیا ہے اُنہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ مالک الملک کی طرف سے اُس کی رعیت کی طرف جو شخص بھی مامور ہو کر آئے گا اس کے آنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہی نہیں کہ وہ رعایا کو نافرمانی اور خود مختاری سے روکے، اور شرک سے (یعنی اس بات سے کہ وہ اقتدارِ اعلیٰ میں کسی حیثیت سے دوسروں کو مالک الملک کے ساتھ شریک ٹھیک رکھیں اور اپنی وفاداریوں اور عبادت گزاریوں کو ان میں منقسم کریں) منع کرے، اور اصل مالک کی خالص بندگی و اطاعت اور پرستاری و وفاداری کی طرف دعوت دے۔

افسوس ہے کہ موجودہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کے مِشن کو اس وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا جس طرح اور پر قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم منتشر طور پر اشارات کی شکل میں وہ تینوں بنیادی نکات ہمیں ان کے اندر ملتے ہیں جو اور پر بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ مسیح صرف اللہ کی بندگی کے قائل تھے ان کے اس ارشاد سے صاف ظاہر ہوتی ہے ”:

”تُخَدِّأْنَدَأْپَنِ خَدَاكُو سَجَدَهُ كَرَأْوَرَ صَرَفَ أَسِيَ كَيِ عَبَادَتَ كَرَ“ (متی ۳: ۱۰)

اور صرف یہی نہیں کہ وہ اس کے قائل تھے بلکہ ان کی ساری کوششوں کا مقصود یہ تھا کہ زمین پر خدا کے امر شرعی کی اُسی طرح اطاعت ہو جس طرح آسمان پر اس کے امر تکوینی کی اطاعت ہو رہی ہے:

”تَيْرِيْ بَادْشَاهِيْ آتَيْ۔ تَيْرِيْ مَرْضِيْ جِيْسِيْ آسَمَانِ پَرْ پُورِيْ ہوَتِيْ ہے زِيْمِنِ پَرْ بَھِيْ ہو“ (متی ۶: ۱۰)

پھر یہ بات کہ مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو نبی اور آسمانی بادشاہت کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کرتے تھے، اور اسی حیثیت سے لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے، ان کے متعدد اقوال سے معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے جب اپنے وطن ناصرہ سے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو ان کے اپنے ہی بھائی بند اور اہل شہر ان کی مخالفت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس پر متی، مرقس اور لوقا تینوں کی متفقہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ”نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا“۔ اور جب یروشلم میں ان کے قتل کی سازشیں ہوئے لگیں اور لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ کہیں اور چلے جائیں تو انہوں نے جواب دیا ”ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو“ (لوقا ۱۳: ۲۳)۔ آخری مرتبہ جب وہ یروشلم میں داخل ہو رہے تھے تو ان کے شاگردوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا ”مبارک ہے وہ بادشاہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے“۔

اس پر یہودی علاماناراض ہوئے اور انہوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ آپ اپنے شاگردوں کو چُپ کرائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا ”اگر یہ چُپ رہیں گے تو پھر پکار اٹھیں گے“ (لوقا ۱۹: ۳۰-۳۸) ایک اور موقع

پر آپ نے فرمایا:

”اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو، سب میرے پاس آؤ، میں تم کو آرام دوں گا۔ میرا جو اپنے اپر اٹھا لو۔۔۔ میرا جو املائیم ہے اور میرا بوجھ ہلکا۔“ (متی ۱۱: ۲۸-۳۰)

پھر یہ بات کہ مسیح علیہ السلام انسانی ساخت کے قوانین کے بجائے خدا تعالیٰ قانون کی اطاعت کرنا چاہتے تھے متی اور مرقس کی اُس روایت سے صاف طور پر مترشح ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہودی علمانے اعتراض کیا کہ آپ کے شاگرد بزرگوں کی روایات کے خلاف ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کیوں کھالیتے ہیں؟ اس پر حضرت مسیحؐ نے فرمایا تم ریا کاروں کی حالت وہی ہے جس پر یسوعیہ نبی کی زبان سے یہ طعنہ دیا گیا ہے کہ ”یہ اُمت زبان سے تو میری تعظیم کرتی ہے مگر ان کے دل مُجھ سے ڈور ہیں، کیونکہ یہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔“ تم لوگ خدا کے حکم کو تواطل کرتے ہو اور اپنے گھر سے ہوئے قوانین کو برقرار رکھتے ہو۔ خدا نے تورات میں حکم دیا تھا کہ ماں باپ کی عزّت کرو اور جو کوئی ماں باپ کو بُرا کہے وہ جان سے مارا جائے۔ مگر تم کہتے ہو کہ جو شخص اپنی ماں یا باپ سے یہ کہہ دے کہ میری جو خدمات تمہارے کام آسکتی تھیں اُنہیں میں خدا کی نذر کر چکا ہوں، اس کے لیے بالکل جائز ہے کہ پھر ماں باپ کی کوئی خدمت نہ کرے۔

(متی ۳: ۹-۱۵ - مرقس ۷: ۵-۱۳)

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 49 ▲

”خواری“ کا لفظ قریب وہی معنی رکھتا ہے جو ہمارے ہاں ”انصار“ کا مفہوم ہے۔ بائبل میں بالعموم خواریوں کے بجائے ”شاگردوں“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور بعض مقامات پر انہیں رسول بھی کہا گیا ہے۔ مگر رسول اس معنی میں کہ مسیح علیہ السلام ان کو تبلیغ کے لیے بھجتے تھے، نہ اسم معنی میں کہ خدا نے ان کو

رسول مقرر کیا تھا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 50 ▲

دین اسلام کی اقامت میں حصہ لینے کو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ”اللہ کی مدد کرنے“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ایک تشریح طلب مضمون ہے۔ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی ہے، اس میں وہ انسان کو کفر یا ایمان، بغاوت یا اطاعت میں سے کسی ایک راہ کے اختیار کرنے پر اپنی خدائی طاقت سے مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ دلیل اور نصیحت سے انسان کو اس بات کا قائل کرنا چاہتا ہے کہ انکار و نافرمانی اور بغاوت کی آزادی رکھنے کے باوجود اُس کے لیے حق یہی ہے اور اس کی فلاح و نجات کا راستہ بھی یہی ہے کہ اپنے خالق کی بندگی و اطاعت اختیار کرے۔ اس طرح فہمائش اور نصیحت سے بندوں کو راہِ راست پر لانے کی تدبیر کرنا، یہ دراصل اللہ کا کام ہے۔ اور جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں اُن کو اللہ اپنا رفیق و مددگار قرار دیتا ہے۔ اور یہ وہ بندے سے بلند مقام ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔ نماز، روزہ اور تمام اقسام کی عبادات میں تو انسان محض بندہ و غلام ہوتا ہے۔ مگر تبلیغ دین اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں بندے کو خدا کی رفاقت و مددگاری کا شرف حاصل ہوتا ہے جو اس دنیا میں روحانی ارتقا کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ إِلَيَّ وَ مُطْهِرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ جَاعِلُ
 الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
 فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٦﴾ فَآمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَ
 الْآخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ مِنْ نُصْرَىْنَ ﴿٥٧﴾ وَ آمَّا الَّذِينَ أَمْنَوْا وَ عَمِلُوا الصَّلِحَاتِ فَيُؤْفَيُهُمْ
 أُجُورَهُمْ وَ اللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّلِيمِينَ ﴿٥٨﴾ ذَلِكَ نَسْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَتِ وَ الْذِكْرُ الْحَكِيمِ
 إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ طَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ أَكْحُقُ
 مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَنَحْنُ حَاجَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
 فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ أَبْنَاءَكُمْ وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُمْ وَ أَنْفُسَنَا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ
 نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكُذَّابِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصْصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ إِلَٰهٖ
 إِلَّا اللَّهُ طَ وَ إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

دکو ۶

﴿وَهُوَ اللَّهُ الْمُكَفِّرُ بِهِ تَحْمِلُ جَبَّاً إِذَا سَأَلَهُ أَنَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِ الْأَنْفُسِ إِنَّمَا يُكَفِّرُ بِهِ الْجَاهِلُونَ﴾ جب اس نے کہا کہ ”اے عیسیٰ! اب میں تجھے واپس لے لوں گا⁵¹ اور تجھے کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنہوں نے تیر انکار کیا ہے ان سے ﴿یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے﴾ تجھے پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا جنہوں نے تیر انکار کیا ہے۔⁵² پھر تم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے، اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ جن لوگوں نے کفر و انکار کی روشن اختیار کی ہے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے، اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں ان کے اجر پورے پورے دے دیے جائیں گے۔ اور خوب جان لے کہ ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔“

یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم تمہیں سنارہ ہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔⁵³ یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔⁵⁴

یہ علم آجائے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ! اس سے کہو کہ ”آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔“⁵⁵ یہ بالکل صحیح واقعات ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خداوند نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ہستی ہے جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کی حکمت نظام عالم میں کار فرماء ہے۔ پس اگر

یہ لوگ اس شرط پر مقابلہ میں آنے سے منہ موڑیں تو ان کا مفسد ہونا صاف کھل جائے گا اور اللہ تو مفسدوں کے حال سے واقف ہی ہے۔ ۶۶

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 51 ▲

اصل میں لفظ ”مُتَوَفِّیَكَ“، استعمال ہوا ہے۔ تَوْفِیٰ کے اصل معنی لینے اور وصول کرنے کے ہیں ”روح قبض کرنا“ اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل لغوی معنی۔ یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ (To recall) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، یعنی کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بولا لینا۔ چونکہ بنی اسرائیل صدیوں سے مسلسل نافرمانیاں کر رہے تھے، بار بار کی تنبیہوں اور فہماشوں کے باوجود ان کی قومی روشن گبڑتی ہی چلی جا رہی تھی، پہ درپے کئی انبیا کو قتل کر چکے تھے اور ہر اس بندہ صالح کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے جو نیکی اور راستی کی طرف انہیں دعوت دیتا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر جست تمام کرنے کے لیے اور انہیں ایک آخری موقع دینے کے لیے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام جیسے دو جلیل القدر پیغمبروں کو بیک وقت مبعوث کیا جن کے ساتھ مامور مسن اللہ ہونے کی ایسی کھلی کھلی نشانیاں تھیں کہ ان سے انکار صرف وہی لوگ کر سکتے تھے جو حق و صداقت سے انتہا درجہ کا عناد رکھتے ہوں اور حق کے مقابلہ میں جن کی جسارت و بے باکی حد کو پہنچ چکی ہو۔ مگر بنی اسرائیل نے اس آخری موقع کو بھی ہاتھ سے کھو دیا اور صرف اتنا ہی نہ کیا کہ ان دونوں پیغمبروں کی دعوت رد کر دی، بلکہ ان کے ایک رئیس نے علی الاعلان حضرت یحیٰ جیسے بلند پایہ انسان کا سرا ایک رقصہ کی فرمائش پر قلم کرادیا، اور ان کے علماء فقهاء نے سازش کر کے حضرت عیسیٰ گورومی سلطنت سے سزاۓ موت دلوانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی فہمائش پر مزید وقت اور قوت صرف کرنا بالکل فضول تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو واپس بولا لیا اور

قیامت تک کے لیے بنی اسرائیل پر ذلت کی زندگی کا فیصلہ لکھ دیا۔

یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن کی یہ پوری تقریر دراصل عیسائیوں کے عقیدہ الوبیت مسیح کی تردید و اصلاح کے لیے ہے۔ اور عیسائیوں میں اس عقیدہ کے پیدا ہونے کے اہم ترین اسباب تین تھے:

(1) حضرت مسیح کی اعجازی ولادت۔

(2) ان کے صریح محسوس ہونے والے معجزات۔

(3) اُن کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا جس کا ذکر صاف الفاظ میں ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

قرآن نے پہلی بات کی تصدیق کی اور فرمایا کہ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ اللہ جس کو جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یہ غیر معمولی طریق پیدائش ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مسیح خدا تعالیٰ میں کچھ بھی حصہ رکھتا تھا۔

دوسرا بات کی بھی قرآن نے تصدیق کی اور خود مسیح کے معجزات ایک ایک کر کے گئے، مگر بتا دیا کہ یہ سارے کام اُس نے اللہ کے اذن سے کیے تھے، باختیار خود کچھ بھی نہیں کیا، اس لیے ان میں سے بھی کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے تم یہ نتیجہ نکالنے میں کچھ بھی حق بجانب ہو کہ مسیح کا خدا ہی میں کوئی حصہ تھا۔

اب تیسرا بات کے متعلق اگر عیسائیوں کی روایت سرے سے بالکل ہی غلط ہوتی تب تو ان کے عقیدہ الوبیت مسیح کی تردید کے لیے ضروری تھا کہ صاف صاف کہہ دیا جاتا کہ تم الله اور ابن اللہ بنارہے ہو وہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے، مزید اطمینان چاہتے ہو تو فلاں مقام پر جا کر اس کی قبر دیکھ لو۔ لیکن ایسا کرنے کے بجائے قرآن صرف یہی نہیں کہ ان کی موت کی تصریح نہیں کرتا، اور صرف یہی نہیں کہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو زندہ اٹھائے جانے کے مفہوم کا کم از کم احتمال تور کھتے ہی ہیں، بلکہ عیسائیوں کو الٹایہ اور بتا دیتا ہے کہ مسیح سرے سے صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے، یعنی وہ جس نے آخر وقت میں ”ایلی ایلی

لما شبقتانی، کہا تھا اور وہ جس کی صلیب پر چڑھی ہوئی حالت کی تصویر تم لیے پھرتے ہو وہ مسح نہ تھا، مسح کو تو اس سے پہلے ہی خدا نے اٹھالیا تھا۔

اس کے بعد جو لوگ قرآن کی آیات سے مسح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سمجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے۔
اعاذنا اللہ مِنْ ذِلْک۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 52 ▲

انکار کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے ایمان لانے کی دعوت دی اور انہوں نے اُسے رد کر دیا۔ بخلاف ان کے پیروی کرنے والوں سے مراد اگر صحیح پیروی کرنے والے ہوں تو وہ صرف مسلمان ہیں، اور اگر اس سے مراد فی الجملہ آنجناب کے ماننے والے ہوں تو ان میں عیسائی اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 53 ▲

یعنی اگر محض اعجازی پیدائش ہی کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا بنانے کے لیے کافی دلیل ہوتا تو پھر تمہیں آدم کے متعلق بدرجہ اولیٰ ایسا عقیدہ تجویز کرنا چاہیے تھا، کیونکہ مسح تو صرف بے باپ ہی کے پیدا ہوئے تھے، مگر آدم ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 54 ▲

یہاں تک کی تقریر میں جو بنیادی نکات عیسائیوں کے سامنے پیش کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ علی الترتیب

حسب ذیل ہے :

پہلا امر جوان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ ہے کہ مسیح کی الوہیت کا اعتقاد تمہارے اندر جن وجوہ سے پیدا ہوا ہے، ان میں سے کوئی وجہ بھی ایسے اعتقاد کے لیے صحیح نہیں ہے۔ ایک انسان تھا جس کو اللہ نے اپنی مصلحتوں کے تحت مناسب سمجھا کہ غیر معمولی صورت سے پیدا کرے اور اسے ایسے معجزے عطا کرے جو نبوت کی صریح علامت ہوں، اور منکرین حق کو اسے صلیب پر نہ چڑھانے دے بلکہ اس کو اپنے پاس اٹھا لے۔ مالک کو اختیار ہے، اپنے جس بندے کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ محض اس غیر معمولی بر تاؤ کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ خود مالک تھا، یا مالک کا بیٹا تھا، یا ملکیت میں اس کا شریک تھا۔

دوسرا اہم بات جوان کو سمجھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح جس چیز کی طرف دعوت دینے آئے تھے وہ وہی چیز ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دے رہے ہیں۔ دونوں کے مشن میں یک سر موافق نہیں ہے۔

تیسرا بنیادی نکتہ اس تقریر کا یہ ہے کہ مسیح کے بعد ان کے حواریوں کا مذہب بھی یہی اسلام تھا جو قرآن پیش کر رہا ہے۔ بعد کی عیسائیت نہ اس تعلیم پر قائم رہی جو مسیح علیہ السلام نے دی تھی اور نہ اس مذہب کی پیرو رہی جس کا اتباع مسیح کے حواری کرتے تھے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 55 ▲

فیصلہ کی یہ صورت پیش کرنے سے دراصل یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ وندِ نجران جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کر رہا ہے۔ اُپر کی تقریر میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کسی کا جواب بھی اُن لوگوں کے پاس نہ

تھا۔ مسیحیت کے مختلف عقائد میں سے کسی کے حق میں بھی وہ خود اپنی کتب مقدسہ کی ایسی سند نہ پاتے تھے جس کی بنابر کامل یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتے کہ ان کا عقیدہ امر واقعہ کے عین مطابق ہے اور حقیقت اس کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپ کی تعلیم اور آپ کے کارناموں کو دیکھ کر اکثر اہل وفاد لوں میں آپ کی نبوّت کے قائل بھی ہو گئے تھے یا کم از کم اپنے انکار میں متزلزل ہو چکے تھے۔ اس لیے جب ان سے کہا گیا کہ اچھا اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہمارے مقابلہ میں دعا کرو کہ جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو، تو ان میں سے کوئی بھی اس مقابلہ کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس طرح یہ بات تمام عرب کے سامنے کھل گئی کہ نجرانی مسیحیت کے پیشواؤ اور پادری، جن کے قدس کا سکھ دُور دُور تک رواں ہے، دراصل ایسے عقائد کا اتباع کر رہے ہیں جن کی صداقت پر خود نہیں کامل اعتماد نہیں ہے۔

رَكْو٤

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَبِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نُشْرِكُ
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَنَاهُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلُوا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا
مُسْلِمُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَبِ لِمَ تُحَاجِجُونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أَنْزَلْتِ التَّوْرِثَةَ وَالْإِنْجِيلُ
إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ هَآنُتُمْ هُؤُلَاءِ حَاجِجُتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجِجُونَ
فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا
نَصَارَائِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٢٦﴾ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ
بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهُذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ وَدَدْتُ
طَآئِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ لَوْ يُضْلُلُونَكُمْ وَمَا يُضْلُلُونَ إِلَّا أَنفَسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٨﴾
يَا أَهْلَ الْكِتَبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِإِبْرَاهِيمَ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٢٩﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَبِ لِمَ
تَلِمِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

رکو ۶ >

کہو، ”**۵۶** اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔**۵۷** یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنارب نہ بنالے۔“۔۔۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو۔ ہم تو مسلم ﴿صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے﴾ ہیں۔

اے اہل کتاب! تم ابراہیمؐ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے**۵۸**۔۔۔ تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو ان میں تو خوب بحثیں کر چکے، اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مسلم **۵۹** یکسو تھا اور وہ ہر گز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ ابراہیمؐ سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو ان لوگوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے اس کی پیروی کی اور اب یہ نبی اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ صرف انہی کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔

﴿اے ایمان لانے والو﴾ اہل کتاب میں سے ایک گروہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں راہ راست سے ہٹا دے، حالانکہ در حقیقت وہ اپنے سوا کسی کو گمراہی میں نہیں ڈال رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اے اہل کتاب! کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر رہے ہو؟**۶۰** اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کارنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟**۶۱**

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 56 ▲

یہاں سے ایک تیسری تقریر شروع ہوتی ہے جس کے مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ بدرا اور جنگِ اُحد کے درمیانی دور کی ہے۔ لیکن ان تینوں تقریروں کے درمیان مطالب کی ایسی قریبی مناسبت پائی جاتی ہے کہ شروع سورت سے لے کر یہاں تک کسی جگہ ربطِ کلام ٹوٹا نظر نہیں آتا۔ اسی بنا پر بعض مفسرین کو شبہ ہوا ہے کہ یہ بعد کی آیات بھی وفِ نجران والی تقریر ہی کے سلسلہ کی ہیں۔ مگر یہاں سے جو تقریر شروع ہو رہی ہے اس کا اندازہ صاف بتا رہا ہے کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 57 ▲

یعنی ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کر لو جس پر ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ تمہارے اپنے انبیاء سے یہی عقیدہ منتقل ہے۔ تمہاری اپنی کتبِ مقدسہ میں اس کی تعلیم موجود ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 58 ▲

یعنی تمہاری یہ یہودیت اور یہ نصرانیت بہر حال تورات اور انجلیل کے نزول کے بعد پیدا ہوئی ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کے نزول سے بہت پہلے گزر چکے تھے۔ اب ایک معمولی عقل کا آدمی بھی یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جس مذہب پر تھے وہ بہر حال یہودیت یا نصرانیت تونہ تھا۔ پھر اگر حضرت ابراہیم راہِ راست پر تھے اور نجات یافتہ تھے تو لا محالہ اس سے لازم آتا ہے کہ آدمی کا راہِ راست پر ہونا اور نجات پانی یہودیت و نصرانیت کی پیروی پر موقوف نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ

نمبر 135، 141)

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 59 ▲

اصل میں لفظ حنف استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسا شخص ہے جو ہر طرف سے رُخ پھیر کر ایک خاص راستہ پر چلے۔ اسی مفہوم کو ہم نے ”مسلم یک سو“ سے ادا کیا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 60 ▲

دوسراترجمہ اس فقرہ کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”تم خود گواہی دیتے ہو“۔ دونوں صورتوں میں نفس معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی، اور صحابہؓ کرام کی زندگیوں پر آپ کی تعلیم و تربیت کے حیرت انگیز اثرات، اور وہ بلند پایہ مضامین جو قرآن میں ارشاد ہو رہے تھے، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ایسی روشن آیات تھیں کہ جو شخص انبیا کے احوال اور کتبؓ آسمانی کے طرز سے واقف ہواں کے لیے ان آیات کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی نبوت میں شک کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ بہت سے اہل کتاب (خصوصاً ان کے اہل علم) یہ جان پکے تھے کہ حضور ﷺ وہی نبی ہیں جن کی آمد کا وعدہ انبیا سے سابقین نے کیا تھا، حتیٰ کہ کبھی کبھی حق کی زبردست طاقت سے مجبور ہو کر ان کی زبانیں آپ کی صداقت اور آپ کی پیش کردہ تعلیم کے برحق ہونے کا اعتراف تک کر گزرتی تھیں۔ اسی وجہ سے قرآن بار بار ان کو الزام دیتا ہے کہ اللہ کی جن آیات کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، جن کی حقانیت پر تم خود گواہی دیتے ہو ان کو تم قصدًاً اپنے نفس کی شرارت سے جھٹکارہے ہو۔

وَقَاتَ طَآئِفَةً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَبِ أَمْنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ أَمْنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَ
أَكْفَرُوا أُخْرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعُ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَى
هُدَى اللَّهِ أَنْ يُؤْتِيَ أَحَدًا مِثْلَ مَا أَوْتَيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللَّهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ يَخْتَصُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو
الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٥﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ
مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِيْنِنَا إِلَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِي الْأُمَّةِ سَيِّئٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بَلِ مَنْ أَوْفَ
بِعَهْدِهِ وَاتَّقِيَ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَآيَاتِنَاهُمْ ثَمَنًا
قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْأُخْرَةِ وَلَا يُكْلِمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا
يُرَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوَنَ الْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَبِ لِتَحْسَبُوهُ
مِنَ الْكِتَبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ
اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ
الْكِتَبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُوْنُوا عِبَادًا لِّيٌ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ

كُونُوا رَبِّنِينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٢٩﴾ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَخِذُوا الْمَلِئَةَ وَالنَّيْنَ أَرْبَابًا طَآيَامُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٣٠﴾

رکو ۸

اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس کے نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صحیح ایمان لاو اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔ **61** نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ ”اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور یہ اُسی کی دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کبھی تم کو دیا گیا تھا، یا یہ کہ دوسروں کو تمہارے رب کے حضور پیش کرنے کے لیے تمہارے خلاف قوی ججت مل جائے“۔ اے نبی! ان سے کہو کہ ”فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہیے عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے **62** اور سب کچھ جانتا ہے، **63** اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے“۔

اہل کتاب میں کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے اعتماد پر مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی دے دو تو وہ تمہارا مال تمہیں ادا کر دے گا، اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملہ میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا لیا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ ان کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ”اُمیوں ﴿غیر یہودی لوگوں﴾ کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے“۔ **64** اور یہ بات وہ محض جھوٹ گھٹر کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے،

آخر کیوں ان سے باز پرس نہ ہو گی؟ جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ پرہیز گار لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا،⁶⁵ بلکہ ان کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔

ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی،⁶⁶ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہہ کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہہ گا کہ سچ رہانی بنو⁶⁷ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہہ گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنارب بنالو، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟⁶⁸

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 61 ▲

یہ اُن چالوں میں سے ایک چال تھی جو اطرافِ مدینہ کے رہنے والے یہودیوں کے لیڈر اور مذہبی پیشووا اسلام کی دعوت کو کمزور کرنے کے لیے چلتے رہتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو بد دل کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عامّۃ خلائق کو بدگمان کرنے کے لیے خفیہ طور پر آدمیوں کو تیار کر کے بھیجنایا شروع کیا تا

کہ پہلے علانیہ اسلام قبول کریں، پھر مرتد ہو جائیں، پھر جگہ جگہ لوگوں میں یہ مشہور کرتے پھریں کہ ہم نے اسلام میں اور مسلمانوں میں اور ان کے پیغمبر میں یہ اور یہ خرابیاں دیکھی ہیں تب ہی تو ہم ان سے الگ ہو گئے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 62 ▲

اصل میں لفظ ”واسع“ استعمال ہوا ہے جو بالعموم قرآن میں تین موقع پر آیا کرتا ہے۔ ایک وہ موقع جہاں انسانوں کے کسی گروہ کی تنگ خیالی و تنگ نظری کا ذکر آتا ہے اور اُسے اس حقیقت پر متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اللہ تمہاری طرح تنگ نظر نہیں ہے۔ دوسرا وہ موقع جہاں کسی کے بُخل اور تنگ دلی اور کم حوصلگی پر ملامت کرتے ہوئے یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ فراخ دست ہے، تمہاری طرح بخیل نہیں ہے۔ تیسرا وہ موقع جہاں لوگ اپنے تخيیل کی تنگی کے سبب سے اللہ کی طرف کسی قسم کی محدود دیت منسوب کرتے ہیں اور انھیں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ غیر محدود ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ نمبر 116)

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 63 ▲

یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کون فضل و شرف کا مستحق ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 64 ▲

یہ محض یہودی عوام ہی کا جاہلانہ خیال نہ تھا، بلکہ ان کے ہاں کی مذہبی تعلیم بھی یہی کچھ تھی، اور ان کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کے فقہی احکام ایسے ہی تھے۔ باقیبل قرض اور سود کے احکام میں اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان صاف تفریق کرتی ہے (استثناء 3:15-20:23)۔ تلمود میں کہا گیا ہے کہ اگر

اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں، مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کرے تو اس پر تاوان ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کوئی گردی پڑی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گرد و پیش آبادی کن لوگوں کی ہے۔ اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے، غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔ ربِ اشنا عیل کہتا ہے کہ اگر اُمیٰ اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتو سکتا ہو تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے۔ اور اگر اُمیٰوں کے قانون کے تحت جتو سکتا ہو تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے۔ اور اگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو کرے۔ ربِ شموالیل کہتا ہے کہ غیر اسرائیلی کی ہر غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہیے (تالمود ک میلینی، پال آنر زک ہر شون، لندن 1880ء، صفحات 37-210-221)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 65 ▲

سبب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے ایسے سخت اخلاقی جرائم کرنے کے بعد بھی اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے روز بس یہی اللہ کے مقرب بندے ہوں گے، انہی کی طرف نظر عنایت ہو گی، اور جو تھوڑا بہت گناہوں کا میل دنیا میں ان کو لگ گیا ہے وہ بھی بزرگوں کے صدقے میں ان پر سے دھوڈا جائے گا، حالانکہ دراصل وہاں ان کے ساتھ بالکل بر عکس معاملہ ہو گا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 66 ▲

”اس کا مطلب اگرچہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کتابِ الٰہی کے معانی میں تحریف کرتے ہیں، یا الفاظ کا اُلٹ پھیر کر کے کچھ سے کچھ مطلب نکالتے ہیں، لیکن اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے

کسی خاص لفظ یا فقرے کو، جو ان کے مفاد یا ان کے خود ساختہ عقائد و نظریات کے خلاف پڑتا ہو، زبان کی گردش سے کچھ کا کچھ بنادیتے ہیں۔ اس کی نظیریں قرآن کو ماننے والے اہل کتاب میں بھی مفقود نہیں ہیں۔ مثلاً بعض لوگ جو نبی کی بشریت کے منکر ہیں آیت قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں إِنَّمَا كُو إِنَّمَا پڑھتے ہیں اور اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ”اے نبی! کہہ دو کہ تحقیق نہیں ہوں میں بشرطم جیسا۔“

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 67 ▲

یہودیوں کے ہاں جو علماء مذہبی عہدہ دار ہوتے تھے اور جن کا کام مذہبی امور میں لوگوں کی رہنمائی کرنا اور عبادات کے قیام اور احکام دین کا اجراء کرنا ہوتا تھا، ان کے لیے لفظ رَبَّانی استعمال کیا جاتا تھا جیسا کہ خود قرآن میں ارشاد ہوا ہے لَوَّا يَنْهُهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَاللَّّاحِبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَخْلِهِمُ السُّخْتَ (ان کے ربانی اور ان کے علماء ان کو گناہ کی باتیں کرنے اور حرام کے مال کھانے سے کیوں نہ روکتے تھے)۔ اسی طرح عیسائیوں کے ہاں لفظ (Divine) بھی ”ربانی“ کا ہی ہم معنی ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 68 ▲

یہ اُن تمام غلط باトؤں کی ایک جامع تردید ہے جو دنیا کی مختلف قوموں نے خدا کی طرف سے آئے ہوئے پیغمبروں کی طرف منسوب کر کے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کر دی ہیں اور جن کی رو سے کوئی پیغمبر یا فرشتہ کسی نہ کسی طرح خدا اور معبدود قرار پاتا ہے۔ ان آیات میں یہ قاعدہ گلیہ بتایا گیا ہے کہ ایسی کوئی تعلیم جو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و پرستش سکھاتی ہو اور کسی بندے کو بندگی کی حد سے بڑھا کر خدائی کے مقام تک لے جاتی ہو، ہرگز کسی پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ جہاں کسی مذہبی کتاب میں یہ چیز نظر آئے، سمجھ لو کہ یہ گمراہ گُن لوگوں کی تحریفات کا نتیجہ ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيشَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَّا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتْبٍ وَ حِكْمَةً ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتَؤْمِنُنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ إِنَّا أَقْرَرْتُمْ وَ أَخَذْتُمْ عَلَى ذِكْرِمْ
إِصْرِيٍّ قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَ إِنَّا مَعَكُم مِّنَ الشَّهِيدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّ بَعْدَ ذَلِكَ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَ لَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ
طُوَّعاً وَ كُرْهَا وَ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ أَمَّنَّا بِاللَّهِ وَ مَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَ إِسْمَاعِيلَ وَ إِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ وَ الْأَسْبَاطِ وَ مَا أُوتِيَ مُوسَى وَ عِيسَى وَ النَّبِيُّونَ مِنْ
رَبِّيهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينَنَا
فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِيرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ
إِيمَانِهِمْ وَ شَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَ جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ طَوْلَةَ اللَّهِ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّلِيلِينَ
أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَ الْمَلِئَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٦﴾ خَلِدِينَ
فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٧﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَ
أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنَّ
تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ أُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ مَا تُوْلَى وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ

مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ افْتَدِي بِهِ طُولِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

نُّصِيرٍ ۖ

رکو ۶

یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ ”آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہو آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنی ہو گی۔“⁶⁹ یہ ارشاد فرماء کر اللہ نے پوچھا ”کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟“ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ”اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں، اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہی فاسق ہے۔“⁷⁰

اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کے طریقہ ﴿دینُ اللہ﴾ کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چاروں ناچار اللہ ہی کے تابع فرمان ﴿مسلم﴾ ہیں⁷¹ اور اسی کی طرف سب کو پلٹتا ہے؟ اے نبی! کہو کہ اللہ کو مانتے ہیں، اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوئی تھیں، اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے⁷² اور ہم اللہ کے تابع فرمان ﴿مسلم﴾ ہیں۔ اس فرماں برداری ﴿اسلام﴾ کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و

نامراد رہے گا۔

کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اُن لوگوں کو ہدایت بخشنے جنہوں نے نعمتِ ایمان پالینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی ہیں۔ **73** اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے، اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ بخ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے **74** ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ تو پکے گمراہ ہیں۔ یقین رکھو، جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے روزے زمین بھر کر بھی سونافدیہ میں دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک سزا اتیا رہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ **٦٤**

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 69 ▲

مطلوب یہ ہے کہ ہر پیغمبر سے اس امر کا عہد لیا جاتا رہا ہے۔۔۔ اور جو عہد پیغمبر سے لیا گیا ہو وہ لا محالہ اس کی پیروں پر بھی آپ سے آپ عائد ہو جاتا ہے۔۔۔ کہ جو نبی ہماری طرف سے اُس دین کی تبلیغ و اقامت کے لیے بھیجا جائے جس کی تبلیغ و اقامت پر تم مأمور ہوئے ہو، اس کا تمہیں ساتھ دینا ہو گا۔ اُس کے ساتھ تعصّب نہ بر تنا، اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا، حق کی مخالفت نہ کرنا، بلکہ جہاں جو شخص بھی ہماری طرف سے حق کا پرچم بلند کرنے کے لیے اٹھا یا جائے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا۔

یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بناء پر ہر نبی نے اپنی اُمّت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن نہ قرآن میں نہ حدیث میں، کہیں بھی اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عہد لیا گیا ہو یا آپ نے اپنی اُمّت کو کسی بعد کے آنے والے نبی کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 70 ▲

اس ارشاد سے مقصود اہل کتاب کو متنبہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور ان کی مخالفت کر کے اُس میثاق کی خلاف ورزی کر رہے ہو، جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا، لہذا اب تم فاسق ہو چکے ہو، یعنی اللہ کی اطاعت سے نکل گئے ہو۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 71 ▲

یعنی تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا دین تو یہی اسلام، یعنی اللہ کی اطاعت و بندگی ہے، اب تم اس کائنات کے اندر رہتے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر اور کو نساطریقہ زندگی تلاش کر رہے ہو؟

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 72 ▲

یعنی ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں، کسی کو جھوٹا کہیں اور کسی کو سچا۔ ہم تعصّب اور حمیّت جاہیّ سے پاک ہیں۔ دُنیا میں جہاں، جو اللہ کا بندہ بھی اللہ کی طرف سے حق لے کر آیا ہے، ہم اس کے برحق ہونے پر شہادت دیتے ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 73 ▲

یہاں پھر اُسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے جو اس سے قبل بارہا بیان کی جا چکی ہے کہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب کے یہودی علماء جان چکے تھے اور ان کی زبانوں تک سے اس امر کی شہادت ادا ہو چکی تھی کہ آپ نبی برحق ہیں اور جو تعلیم آپ لائے ہیں وہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء لاتے رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا وہ محض تعصّب، ضد اور دشمنی حق کی اُس پُرانی عادت کا نتیجہ تھا جس کے وہ صدیوں سے مجرم چلے آرہے تھے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 74 ▲

یعنی صرف انکار ہی پر بس نہ کی بلکہ عملاً مخالفت و مزاحمت بھی کی، لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی تک کا ذرور لگایا، شبہات پیدا کیے، بد گمانیاں پھیلائیں، دلوں میں وسو سے ڈالے، اور بدترین سازشیں اور ریشه دو انسیاں کیں تاکہ نبی کامیاب نہ ہونے پائے۔

تَقْرِيرُ الْوَلَدَنَ

سُورَةُ آلِ يَهُونَ

|| ۲ ||

حصہ دوم

سید ابوالاعلم مودودی

فہرست

3	رکو ۱۰۶
9	رکو ۱۱۶
14	رکو ۱۲۶
20	رکو ۱۳۶
26	رکو ۱۴۶
31	رکو ۱۵۶
36	رکو ۱۶۶
41	رکو ۱۷۶
49	رکو ۱۸۶
54	رکو ۱۹۶
60	رکو ۲۰۶

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٣﴾ كُلُّ

الظَّعَامِ كَانَ حِلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ
الْتَّوْرِيدَةُ قُلْ فَاتُّوا بِالْتَّوْرِيدِ فَاتَّلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ﴿٩٤﴾ فَمَنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ
الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩٥﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٦﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِكَثَةَ مُبَرَّكًا وَ
هُدًى لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ فِيهِ أَيْتُ بَيِّنَتْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا وَبِاللَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سِيرًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَبِ لِمَ تَكُفُّرُونَ بِأَيْتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ قُلْ يَا أَهْلَ
الْكِتَبِ لِمَ تَصْدُوْنَ عَنْ سِيرِيِّ اللَّهِ مَنْ أَمَنَ تَبْغُونَهَا عِوْجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ وَمَا اللَّهُ
بِعَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيَقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ
يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفَّارِيَنَ ﴿١٠١﴾ وَكَيْفَ تَكُفُّرُونَ وَأَنْتُمْ تُشْلِي عَلَيْكُمْ أَيْتُ اللَّهِ وَفِيْكُمْ
رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صَرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠٢﴾

دکو٦

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں ﴿خدا کی راہ میں﴾ خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو،⁷⁵ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے بے خبر نہ ہو گا۔

کھانے کی یہ ساری چیزیں ﴿جو شریعتِ محمدؐ میں حلال ہیں﴾ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں،⁷⁶ البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں تورات کے نازل کیے جانے سے پہلے اسرائیل⁷⁷ نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ ان سے کہو، اگر تم ﴿اپنے اعتراض میں﴾ سچ ہو تو لا و تورات اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت۔۔۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اپنی جھوٹی گھڑی ہوئی با تین اللہ کی طرف منسوب کرتے رہیں وہی در حقیقت ظالم ہیں۔ کہو، اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے، تم کو یکسو ہو کر ابراہیمؐ کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہیے، اور ابراہیمؐ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔⁷⁸

بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مگہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا تھا۔⁷⁹ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں،⁸⁰ ابراہیمؐ کا مقام عبادت ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون⁸¹ ہو گیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

کہو، اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی با تین ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کہو، اے اہل کتاب! یہ تمہاری کیا روشن ہے کہ جو اللہ کی بات مانتا ہے اسے بھی تم اللہ کے

راستہ سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ ٹیڑھی راہ چلے، حالانکہ تم خود ﴿اس کے راہ راست ہونے پر﴾ گواہ ہو۔ تمہاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمہارے لیے کفر کی طرف جانے کا بکایا موقع باقی ہے جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جا رہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کار رسول موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھا مے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا۔ ﴿۱۰﴾

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 75 ▲

اس سے مقصود اُن کی اس غلط فہمی کو دُور کرنا ہے جو وہ ”نیکی“ کے بارے میں رکھتے تھے۔ ان کے دماغوں میں نیکی کا بلند تصور بس یہ تھا کہ صدیوں کے توارث سے ”تشريع“ کی جو ایک خاص ظاہری شکل ان کے ہاں بن گئی تھی اس کا پورا چربہ آدمی اپنی زندگی میں اُتار لے اور ان کے علماء کی قانونی موشگافیوں سے جو ایک لمبا چوڑا فقہی نظام بن گیا تھا اس کے مطابق رات دن زندگی کے چھوٹے چھوٹے ضمنی و فروعی معاملات کی ناپ تول کرتا رہے۔ اس تشريع کی اوپری سطح سے نیچے بالعموم یہودیوں کے بڑے بڑے ”دیندار“ لوگ تنگ دلی، حرص، بخل، حق پوشی اور حق فروشی کے عیوب چھپائے ہوئے تھے اور رائے عام اُن کو نیک سمجھتی تھی۔ اسی غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے انھیں بتایا جا رہا ہے کہ ”نیک انسان“ ہونے کا مقام اُن چیزوں سے بالاتر ہے جن کو تم نے مدارِ خیر و صلاح سمجھ رکھا ہے۔ نیکی کی اصل روح خدا کی محبت ہے، ایسی محبت کہ رضاۓ الہی کے مقابلہ میں دُنیا کی کوئی چیز عزیز تر نہ ہو۔ جس چیز کی محبت بھی آدمی کے دل پر اتنی غالب آجائے کہ وہ اسے خدا کی محبت پر قربان نہ کر سکتا ہو، بس وہی بُت ہے اور جب تک اُس

بُت کو آدمی توڑنہ دے، نیکی کے دروازے اُس پر بند ہیں۔ اس روح سے خالی ہونے کے بعد ظاہری تشرُّع کی حیثیت محسن اُس چمکدار روغن کی سی ہے جو گھن کھانی ہوئی لکڑی پر پھیر دیا گیا ہو۔ انسان ایسے روغنوں سے دھو کا کھاسکتے ہیں، مگر خدا نہیں کھاسکتا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 76 ▲

قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جب علماء یہود کوئی اصولی اعتراض نہ کر سکے (کیونکہ اساسِ دین جن امور پر ہے اُن میں انبیاء سابقین کی تعلیمات اور نبی عربیؐ کی تعلیم میں یک سر موافق نہ تھا) تو انہوں نے فقہی اعتراضات شروع کیے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے کھانے پینے کی بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جو پچھلے انبیاء کے زمانہ سے حرام چلی آرہی ہیں۔ اسی اعتراض کا بیہاء جواب دیا جا رہا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 77 ▲

”اسرائیل“ سے مراد اگر بنی اسرائیل لیے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ نزولِ توراة سے قبل بعض چیزوں بنی اسرائیل نے محض رسمًا حرام قرار دے لی تھیں۔ اور اگر اس سے مراد حضرت یعقوبؐ لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آنحضرت نے بعض چیزوں سے طبعی کراہت کی بنا پر یا کسی مرض کی بنا پر احتراز فرمایا تھا اور ان کی اولاد نے بعد میں انہیں ممنوع سمجھ لیا۔ یہی موناخ الذکر روایت زیادہ مشہور ہے۔ اور بعد والی آیت سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ اونٹ اور خرگوش وغیرہ کی ہرمت کا جو حکم بائیبل میں لکھا ہے وہ اصل توراة کا حکم نہیں ہے بلکہ یہودی علماء نے بعد میں اسے داخل کتاب کر دیا ہے۔ (مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو سورہ انعام حاشیہ نمبر 122)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 78 ▲

مطلوب یہ ہے کہ ان فقہی جزئیات میں کہاں جا پہنسے ہو۔ دین کی جڑ تو اللہ واحد کی بندگی ہے جسے تم نے چھوڑ دیا اور شرک کی آلاتشوں میں مبتلا ہو گئے۔ اب بحث کرتے ہو فقہی مسائل میں، حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جو اصل ملتِ ابراہیم سے ہٹ جانے کے بعد اخحطاط کی طویل صدیوں میں تمہارے علماء کی موشگافیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 79 ▲

یہودیوں کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ تم نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ کیوں بنایا، حالانکہ پچھلے انہیا کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا۔ اس کا جواب سورہ بقرہ میں دیا جا چکا ہے۔ لیکن یہودی اس کے بعد بھی اپنے اعتراض پر مصروف ہے۔ لہذا یہاں پھر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ بیت المقدس کے متعلق خود بائبلیل ہی کی شہادت موجود ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے سارے چار سو برس بعد حضرت سلیمانؑ نے اس کو تعمیر کیا (1۔ سلاطین، باب 6۔ آیت 1)۔ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں وہ قبلہ اہل توحید قرار دیا گیا (کتاب مذکور، باب 8، آیت 29۔ 30)۔ بر عکس اس کے یہ تمام عرب کی متواتر اور متفق علیہ روایات سے ثابت ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا، اور وہ حضرت موسیٰؑ سے آٹھ نو برس پہلے گزرے ہیں۔ لہذا کعبہ کی اولیت ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 80 ▲

یعنی اس گھر میں ایسی صریح علامات پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی جناب میں مقبول ہوا

ہے اور اسے اللہ نے اپنے گھر کی حیثیت سے پسند فرمایا ہے۔ لق و دق بیابان میں بنایا گیا اور پھر اللہ نے اس کے جوار میں رہنے والوں کی رزق رسانی کا بہتر سے بہتر انظام کر دیا۔ ڈھائی ہزار برس تک جاپیٹ کے سبب سے سارا ملکِ عرب انتہائی بد امنی کی حالت میں مبتلا رہا، مگر اس فساد بھری سر زمین میں کعبہ اور اطرافِ کعبہ ہی کا ایک خیط ایسا تھا جس میں امن قائم رہا۔ بلکہ اسی کعبہ کی یہ برکت تھی کہ سال بھر میں چار مہینے کے لیے پورے ملک کو اس کی بدولت امن میسر آ جاتا تھا۔ پھر ابھی نصف صدی پہلے ہی سب دیکھے تھے کہ ابراہیم نے جب کعبہ کی تخریب کے لیے مکہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج کس طرح قہر الٰہی کی شکار ہوئی۔ اس واقعہ سے اُس وقت عرب کا بچہ بچہ واقف تھا اور اس کے چشم دید شاہد ان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 81 ▲

جاپیٹ کے تاریک دور میں بھی اس گھر کا یہ احترام تھا کہ خون کے پیاس سے دشمن ایک دوسرے کو وہاں دیکھتے تھے اور ایک کو دوسرے پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقًّا تُقْتَلُهُ وَ لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ آتَنُّم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾
 اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً
 فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحُتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
 فَانْقَذَكُمْ مِّنْهَا طَكَذِيلَكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ تَكُُمْ أَيْتِهِ تَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَ لَتَكُنْ
 مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَا مُرْوَنَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَئِكَ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ البَيِّنُتُ طَ
 أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ تَبَيَّضُ وُجُوهٌ وَ تَسْوَدُ وُجُوهٌ فَمَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَتْ
 وُجُوهُهُمْ أَكَفَرُتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكُفِرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَ أَمَّا
 الَّذِينَ أَبْيَضُتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ أَيْتُ اللَّهِ نَتَلُوْهَا
 عَلَيْكَ بِالْحَقِّ طَ وَ مَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَلَمِينَ ﴿١٠٨﴾ وَ إِلَهٌ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ طَ وَ
 إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾

دکو٦ ॥

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔⁸² سب مل کر اللہ کی رسی⁸³ کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔⁸⁴ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔⁸⁵

تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہی رہنے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے۔⁸⁶ جخنوں نے یہ روشن اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے جبکہ کچھ لوگ سر خڑو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہو گا، جن کا منہ کالا ہو گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتِ ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب اس کفرانِ نعمت کے صلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔ رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو ان کو اللہ کے دامنِ رحمت میں جگہ ملے گی اور ہمیشہ وہ اسی حالت میں رہیں گے۔ یہ اللہ کے ارشادات ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سنارے ہیں کیونکہ اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔⁸⁷ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ ۶۱

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 82 ▲

یعنی مرتبے دم تک اللہ کی فرماں برداری اور وفاداری پر قائم رہو۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 83 ▲

اللہ کی رسی سے مراد اس کا دین ہے، اور اس کو رسی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسرا طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔ اس رسی کو ”مضبوط پکڑنے“ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی نگاہ میں اصل اہمیت ”دین“ کی ہو، اسی سے ان کو دلچسپی ہو، اسی کی اقامت میں وہ کوشش رہیں اور اسی کی خدمت کے لیے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔ جہاں دین کی اسلامی تعلیمات اور اس کی اقامت کے نصب العین سے مسلمان ہٹے اور ان کی توجہات اور دلچسپیاں جزئیات و فروع کی طرف منعطف ہوئیں، پھر ان میں لازماً ہی تفرقہ و اختلاف رونما ہو جائے گا جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کو ان کے اصل مقصد حیات سے منحرف کر کے دنیا اور آخرت کی رسوائیوں میں مبتلا کر چکا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 84 ▲

یہ اشارہ ہے اس حالت کی طرف جس میں اسلام سے پہلے اہل عرب مبتلا تھے۔ قبلہ کی باہمی عداوتیں بات بات پر ان کی لڑائیاں، اور شب و روز کے کشت و خون، جن کی بدولت قریب تھا کہ پوری عرب قوم نیست و نابود ہو جاتی۔ اس آگ میں جل مرنے سے اگر کسی چیز نے انھیں بچایا تو وہ یہی نعمتِ اسلام تھی۔ یہ آیات جس وقت نازل ہوئی ہیں اس سے تین چار سال پہلے ہی مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے، اور اسلام کی یہ جیتنی جاتی نعمت سب دیکھ رہے تھے کہ اوس اور خرزج کے وہ قبیلے، جو سالہا سال سے ایک

دوسرے کے خون کے پیاس سے تھے، باہم مل کر شیر و شکر ہو چکے تھے، اور یہ دونوں قبیلے مکہ سے آنے والے مہاجرین کے ساتھ ایسے بے نظیر ایثار و محبت کا بر تاؤ کر رہے تھے جو ایک خاندان کے لوگ بھی آپس میں نہیں کرتے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 85 ▲

یعنی اگر تم آنکھیں رکھتے ہو تو ان علامتوں کو دیکھ کر خود اندازہ کر سکتے ہو کہ آیا تمہاری فلاح اس دین کو مضبوط تھامنے میں ہے یا اسے چھوڑ کر پھر اُسی حالت کی طرف پلٹ جانے میں جس کے اندر تم پہلے بتلا تھے؟ آیا تمہارا اصلی خیر خواہ اللہ اور اس کا رسول ہے یا وہ یہودی اور مشرک اور منافق لوگ جو تم کو حالت سابقہ کی طرف پلٹالے جانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 86 ▲

یہ اشارہ اُن اُمّتوں کی طرف ہے جنہوں نے خدا کے پیغمبروں سے دینِ حق کی صاف اور سیدھی تعلیمات پائیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد اساسِ دین کو چھوڑ دیا اور غیر متعلق ضممنی و فروعی مسائل کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنانے شروع کر دیے، پھر فضول و لا یعنی باتوں پر جھگڑنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ نہ اُنہیں اُس کام کا ہوش رہا جو اللہ نے ان کے سپرد کیا تھا اور نہ عقیدہ و اخلاق کے اُن بنیادی اصولوں سے کوئی دلچسپی رہی جن پر درحقیقت انسان کی فلاح و سعادت کا مدار ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 87 ▲

یعنی چونکہ اللہ دُنیا والوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا اس لیے وہ ان کو سیدھا راستہ بھی بتا رہا ہے اور اس بات سے

بھی انہیں قبل از وقت آگاہ کیے دیتا ہے کہ آخر کار وہ کن امور پر اُن سے باز پرس کرنے والا ہے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کچ روی اختیار کریں اور اپنے غلط طرزِ عمل سے بازنہ آئیں وہ اپنے اوپر آپ ظلم کریں گے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَلَوْ أَمَنَ أَهْلُ الْكِتَبِ تَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ
 الْفَسِقُونَ ﴿١٢٠﴾ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا آذَىٰ طَ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْأَدَبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ
 ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَآءُوا
 بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِأَيْتِ اللَّهِ وَ
 يَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَصُوا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١٢١﴾ لَيُسُوا سَوَاءً طَ مِنْ
 أَهْلِ الْكِتَبِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَلَوْنَ أَيْتِ اللَّهِ أَنَّهُ أَلَيْلٌ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١٢٢﴾ يُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي
 الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٣﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكَفَّرُوهُ طَ وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ
 بِالْمُتَّقِينَ ﴿١٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا طَ وَ
 أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ﴿١٢٥﴾ مَثَلٌ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صَرْأَاصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ طَ وَمَا ظَلَمُهُمُ اللَّهُ
 وَلَكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا

يَا لُوْنَكُمْ خَبَالًاٰ وَدُّوا مَا عَنِتُمْ قَدْ بَدَاتِ الْبُغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۝ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ
 أَكْبَرُ ۝ قَدْ بَيَّنَا لَكُمُ الْأَيْتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ هَانُتُمْ أُولَئِكَ تُحْبُّونَهُمْ وَلَا
 يُحْبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِاُنْكِتَبِ كُلِّهِ ۝ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا أَمَنَّا ۝ وَإِذَا خَلَوْا عَضُوا
 عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۝ قُلْ مُؤْتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٧﴾ إِنْ
 تَسْسُكُمْ حَسَنَةٌ تَسْوُهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّعَةٌ يَقْرَهُوْهَا بِهَا ۝ وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا لَا
 يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۝ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٨﴾

رکو ۶

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لا یا گیا ہے۔ **88** تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ **89** اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔ یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، زیادہ سے زیادہ بس کچھ ستاسکتے ہیں۔ اگر یہ تم سے لڑیں گے تو مقابلہ میں پیٹھ دکھائیں گے، پھر ایسے بے بس ہوں گے کہ کہیں سے ان کو مدد نہ ملے گی۔ یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار ہی پڑی، کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے، **90** یہ اللہ کے غصب میں گھر چکے ہیں، ان پر محتاجی و مغلوبی مسلط کر دی گئی ہے، اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروں کو ناجق قتل کیا۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور

زیادتیوں کا انجام ہے۔

مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ صالح لوگ ہیں اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی، اللہ پر ہیز گار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کار ویہ اختیار کیا تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو نہ ان کا مال کچھ کام دے گا نہ اولاد، وہ تو آگ میں جانے والے لوگ ہیں اور آگ ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو کچھ وہ اپنی اس دنیا کی زندگی میں خرچ کر رہے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہوا اور وہ ان لوگوں کی کھبٹی پر چلے جنہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا ہے اور اسے بر باد کر کے رکھ دے۔ ⁹¹ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا درحقیقت یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سواد و سروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چُکو کتے۔ ⁹² تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محظوظ ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے۔ تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو۔ ⁹³ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو مان لیا ہے، مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی

انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔۔۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو، اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔۔۔ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کوبرا معلوم ہوتا ہے، اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔ ۱۲

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 88 ▲

یہ وہی مضمون ہے جو سورہ بقرہ کے ستر ہوئیں رکوع میں بیان ہو چکا ہے۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کو بتایا جا رہا ہے کہ دُنیا کی امامت و رہنمائی کے جس منصب سے بنی اسرائیل اپنی نااہلی کے باعث معزول کیے جا چکے ہیں اس پر اب تم مامور کیے گئے ہو۔ اس لیے کے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے اب تم دنیا میں سب سے بہتر انسانی گروہ بن گئے ہو اور تم میں وہ صفات پیدا ہو گئی ہیں جو امامت عادلہ کے لیے ضروری ہیں، یعنی نیکی کو قائم کرنے اور بدی کو مٹانے کا جذبہ و عمل اور اللہ وحدہ لا شریک کو اعتقاد اور عملًا اپنا اللہ اور رب تسلیم کرنا۔ لہذا اب یہ کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور تمہیں لازم ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اُن غلطیوں سے بچو جو تمہارے پیش رو کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ نمبر 123 و نمبر 144)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 89 ▲

یہاں اہل کتاب سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 90 ▲

یعنی دنیا میں اگر کہیں ان کو تھوڑا بہت امن چیز نصیب بھی ہوا ہے تو وہ ان کے اپنے بل بوتے پر قائم کیا

ہوا امن و چین نہیں ہے بلکہ ڈوسروں کی حمایت اور مہربانی کا نتیجہ ہے۔ کہیں کسی مسلم حکومت نے ان کو خدا کے نام پر امان دے دی، اور کہیں کسی غیر مسلم حکومت نے اپنے طور پر انھیں اپنی حمایت میں لے لیا۔ اسی طرح بسا اوقات انھیں دنیا میں کہیں زور پکڑنے کا موقع بھی مل گیا ہے، لیکن وہ بھی اپنے زورِ بازو سے نہیں بلکہ محض ”بپائے مردی ہمسایہ“۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 91 ▲

اس مثال میں کھتی سے مراد یہ کشت حیات ہے جس کی فصل آدمی کو آخرت میں کاٹنی ہے۔ ہوا سے مراد وہ اُپری جزبہ نخیر ہے جس کی بنا پر کفار رفاه عام کے کاموں اور خیرات وغیرہ میں دولت صرف کرتے ہیں۔ اور پالے سے مراد صحیح ایمان اور ضابطہ خداوندی کی پیروی کا فقدان ہے جس کی وجہ سے ان کو پوری زندگی غلط ہو کر رہ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تمثیل سے یہ بتانا چاہتا ہے کہ جس طرح ہوا کھیتیوں کی پرورش کے لیے مفید ہے لیکن اگر اسی ہوا میں پالا ہو تو کھتی کو پرورش کرنے کے بجائے اسے تباہ کر ڈالتی ہے، اسی طرح خیرات بھی اگرچہ انسان کے مزرعہ آخرت کو پرورش کرنے والی چیز ہے، مگر جب اس کے اندر کفر کا زہر ملا ہو تو تو یہی خیرات مفید ہونے کے بجائے اُلٹی مہلک بن جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کا مالک اللہ ہے، اور اس مال کا مالک بھی اللہ ہی ہے جس میں انسان تصرف کر رہا ہے، اور یہ مملکت بھی اللہ ہی کی ہے جس کے اندر رہ کر انسان کام کر رہا ہے۔ اب اگر اللہ یا یہ غلام اپنے مالک کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم نہیں کرتا، یا اس کی بندگی کے ساتھ کسی اور کی ناجائز بندگی بھی شریک کرتا ہے، اور اللہ کے مال اور اس کی مملکت میں تصرف کرتے ہوئے اس کے قانون و ضابطہ کی اطاعت نہیں کرتا، تو اس کے یہ تمام تصرفات از سرتاپ مجرم بن جاتے ہیں۔ اجر ملنا کیسا وہ تو اس کا مستحق ہے کہ ان تمام حرکات کے لیے اس پر فوجداری کا مقدمہ قائم کیا جائے۔ اُس کی خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوکر اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کا خزانہ کھولے اور جہاں جہاں اپنی دانست

میں مناسب سمجھے خرچ کر ڈالے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 92 ▲

مدینہ کے اطراف میں جو یہودی آباد تھے ان کے ساتھ اوس اور خرزج کے لوگوں کی قدیم زمانہ سے دوستی چلی آتی تھی۔ انفرادی طور پر بھی ان قبیلوں کے افراد ان کے افراد سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور قبائلی حیثیت سے بھی یہ اور وہ ایک دوسرے کے ہمسایہ اور حلیف تھے۔ جب اوس اور خرزج کے قبیلے مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد بھی وہ یہودیوں کے ساتھ وہی پڑا نے تعلقات نباہتے رہے اور ان کے افراد اپنے سابق یہودی دوستوں سے اسی محبت و خلوص کے ساتھ ملتے رہے۔ لیکن یہودیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن سے جو عداوت ہو گئی تھی اس کی بنا پر وہ کسی ایسے شخص سے مخلاصانہ محبت رکھنے کے لیے تیار نہ تھے جو اس نئی تحریک میں شامل ہو گیا ہو۔ انہوں نے انصار کے ساتھ ظاہر میں تو وہی تعلقات رکھے جو پہلے سے چلے آتے تھے، مگر دل میں وہ اب ان کے سخت دشمن ہو چکے تھے اور اس ظاہری دوستی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کی جماعت میں اندر ورنی فتنہ و فساد برپا کر دیں، اور ان کے جماعتی راز معلوم کر کے ان کے دشمنوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں ان کی اسی منافقانہ روشن سے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت فرمار ہا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 93 ▲

یعنی یہ عجیب ماجرا ہے کہ شکایت بجائے اس کے کہ تمہیں ان سے ہوتی، ان کو تم سے ہے۔ تم تو قرآن کے ساتھ توراة کو بھی مانتے ہو اس لیے ان کو تم سے شکایت ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ شکایت اگر ہو سکتی تھی تو تمہیں ان سے ہو سکتی تھی کیونکہ وہ قرآن کو نہیں مانتے۔

١٣٦ رَكْوَتْ

وَإِذْ خَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَا عَدَ لِلْقِتَالِ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِذْ
 هَمَّتْ طَآءِفَتِنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَ ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلِيَتَوَكَّلُ الْمُؤْمِنُونَ ۝
 وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ ۗ وَأَنْتُمْ أَذْلَةٌ ۗ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعْلَكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ تَقُولُ
 لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَّا نَيْكُفِيَكُمْ أَنْ يُمْدَدُكُمْ رَبُّكُمْ بِشَلَّةٍ أَلْفٍ مِنَ الْمَلِئَةِ مُنْزَلِينَ ۝
 بَلَّ أَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَا تُؤْكِمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ أَلْفٍ مِنَ
 الْمَلِئَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا
 النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ
 فَيَنْقَلِبُوا خَآءِيْنَ ۝ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ
 ظَلِيمُونَ ۝ وَإِلَهٌ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۝ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۝ وَ
 اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

رکو ۶

﴿اے پیغمبر! مسلمانوں کے سامنے اس موقع کا ذکر کرو﴾ جب تم صبح سوریے اپنے گھر سے نکلے تھے اور **﴿اُحد کے میدان میں﴾** مسلمانوں کو جنگ کے لیے جا بجا مأمور کر رہے تھے۔ اللہ ساری باتیں سنتا ہے اور وہ نہات باخبر ہے۔

یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بُزدی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے، **﴿حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ آخر اس سے پہلے جنگ بدر میں اللہ تمہاری مدد کر چکا تھا حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو، اُمید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے۔﴾**

یاد کرو جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے ”کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرزشتنے اتار کر تمہاری مدد کرے؟“ **﴿96 بے شک، اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمہارے اوپر چڑھ کر آئیں گے اُسی آن تمہارا رب﴾** **﴿تین ہزار نہیں﴾** پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بات اللہ نے تمہیں اس لیے بتادی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ فتح و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی قوت والا اور دانا و بینا ہے۔ **﴿اور یہ مدد وہ تمہیں اس لیے دے گا﴾** تاکہ کفر کی راہ چلنے والوں کا ایک بازو کاٹ دے، یا ان کو ایسی ذلیل شکست دے کہ وہ نامرادی کے ساتھ پسپا ہو جائیں۔

﴿اے پیغمبر!﴾ فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انھیں معاف کرے،

چاہے سزادے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے، جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، وہ معاف کرنے والا اور حیم ہے۔ **٩٧**

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 94 ▲

یہاں سے چوتھا خطبہ شروع ہوتا ہے۔ یہ جنگِ اُحد کے بعد نازل ہوا ہے اور اس میں جنگِ اُحد پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اُپر کے خطبہ کو ختم کرتے ہوئے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ ”ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔“ اب چونکہ اُحد کے میدان میں مسلمانوں کی شکست کا سبب ہی یہ ہوا کہ ان کے اندر صبر کی بھی کمی تھی اور ان کے افراد سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئی تھیں جو خدا ترسی کے خلاف تھیں، اس لیے یہ خطبہ جس میں انھیں ان کمزوریوں پر متنبہ کیا گیا ہے، مندرجہ بالا فقرے کے بعد ہی متصلاً درج کیا گیا۔ اس خطبے کا انداز بیان یہ ہے کہ جنگِ اُحد کے سلسلہ میں جتنے اہم واقعات پیش آئے تھے ان میں سے ایک ایک کو لے کر اس پر چند بچے ٹنے فقروں میں نہایت سبق آموز تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے اس کے واقعاتی پس منظر کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوال ۳ نہ ہجری کی ابتداء میں کفارِ قریش تقریباً 3 ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس ساز و سامان بھی مسلمانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ تھا، اور پھر وہ جنگِ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے، جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ میں شریک ہونے کا موقع نہ ملا تھا، باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار سے مجبور

ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے ہی کا فیصلہ فرمالیا۔ ایک ہزار آدمی آپؐ کے ساتھ نکلے، مگر مقام شوٹ پر پہنچ کر عبد اللہ بن ابی اس پنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پراؤں کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں اچھا خاصاً اضطراب پھیل گیا، حتیٰ کہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے لوگ تو ایسے دل شکستہ ہوئے کہ انہوں نے بھی پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا تھا، مگر پھر اولو العزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا۔ ان باقی ماندہ سات سو آدمیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور اُحد کی پہاڑی کے دامن میں (مدینہ سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر) اپنی فوج کو اس طرح صف آرائی کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔ پہلو میں صرف ایک درہ ایسا تھا جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپؐ نے عبد اللہ بن جبیرؓ کے زیرِ قیادت پچاس تیر انداز بٹھا دیے اور ان کو تاکید کر دی کہ ”کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دینا، کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا، اگر تم دیکھو کہ ہماری بوڑیاں پرندے نوچے لیے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔“ اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور انہوں نے دشمن کے لشکر کو لੁٹنا شروع کر دیا۔ ادھر جن تیر اندازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لیے بٹھایا تھا، انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لُٹ رہی ہے، تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت کی طرف لپکے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکید حکم یاد دلا کر بہتیر اروکا مگر چند آدمیوں کے سوا کوئی نہ ٹھیکرا۔ اس موقع سے خالد بن ولید نے جو اس وقت لشکرِ کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے، بر وقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ عبد اللہ بن جبیر نے جن کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تھے، اس حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے اور یہ سیلا بیکا کیک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔

دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔ اس طرح لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا اور مسلمان اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ان کا ایک بڑا حصہ پر اگنڈہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ڈالے ہوئے تھے۔ اتنے میں کہیں سے یہ انواہ اڑ گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہ کے رہے سے ہوش و حواس بھی گم کر دیے اور باقی ماندہ لوگ بھی ہمیت ہار کر بیٹھ گئے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد دو پیش صرف دس بارہ جاں شار رہ گئے تھے اور آپ خود زخمی ہو چکے تھے۔ شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ لیکن عین وقت پر صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، چنانچہ وہ ہر طرف سے سمٹ کر پھر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو بسلامت پہاڑی کی طرف لے گئے۔ اس موقع پر یہ ایک معما ہے جو حل نہیں ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے کفارِ مکہ کو خود بخود واپس پھیر دیا۔ مسلمان اس قدر پر اگنڈہ ہو چکے تھے کہ ان کا پھر مجتمع ہو کر باقاعدہ جنگ کرنا مشکل تھا۔ اگر کفار اپنی فتح کو کمال تک پہنچانے پر اصرار کرتے تو ان کی کامیابی بعید نہ تھی۔ مگر نہ معلوم کس طرح وہ آپ ہی آپ میدان چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 95 ▲

یہ اشارہ ہے بنو سلمہ اور بنو حارثہ کی طرف جن کی ہمتیں عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی واپسی کے بعد پست ہو گئی تھیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 96 ▲

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ ایک طرف دشمن تین ہزار ہیں اور ہمارے ایک ہزار میں سے بھی تین سو

الگ ہو گئے ہیں تو ان کے دل ٹوٹنے لگے۔ اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ الفاظ کہے تھے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 97 ▲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب زخمی ہوئے تو آپ کے مونہ سے کفار کے حق میں بدُعا نکل گئی اور آپ نے فرمایا کہ ”وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرے“۔ یہ آیات اسی کے جواب میں ارشاد ہوئی ہیں۔

QuranUrdu.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَآءَ أَضْعَافًا مُّضْعَفَةً وَ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
 وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكُفَّارِ ۝ وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ
 تُرَحَّمُونَ ۝ وَ سَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ^{١٣٢}
 أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَ الضَّرَاءِ وَ الْكَظِيمِينَ الْغَيْظَ وَ
 الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۝ وَ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَ الَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا
 أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفِرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَ مَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَ لَمْ يُصْرُّوا عَلَى مَا
 فَعَلُوا وَ هُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا ۝ وَ نِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۝ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا
 فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَ هُدَى وَ
 مَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَ لَا تَهْنُوا وَ لَا تَحْزَنُوا وَ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝
 إِنْ يَمْسِسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۝ وَ تِلْكَ الْأَيَامُ نُدَا وَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ وَ
 لِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۝ وَ اللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَ
 لِيُتَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ يَتَحَقَّ الْكُفَّارِ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ

لَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصُّابِرِينَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ
مِنْ قَبْلِ آنَ تَلْقَوْهُ ﴿٢٤﴾ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَآنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿٢٥﴾

درکو ۶

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو **98** اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ فلاح پاوے گے۔ اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے اور اللہ اور رسول کا حکم مان لو، تو قع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔۔۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔۔۔ **99** اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فخش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔۔۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔۔۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انھیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہو گئی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔ تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں، زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے ﷺ کے احکام وہدایت کو جھٹلایا۔ یہ لوگوں کے لیے ایک صاف اور صریح تنیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں

ان کے لیے ہدایت اور نصیحت۔

دل شکستہ نہ ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمہیں چوت لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوت تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔¹⁰⁰ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لا یا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں، اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی راستی کے گواہ ہوں۔۔۔۔۔¹⁰¹ کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں۔۔۔۔۔ اور وہ آزمائش کے ذریعہ سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سر کوبی کر دینا چاہتا تھا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلنے والے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔ تم تو موت کی تمنائیں کر رہے تھے! مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی، لواب وہ تمہارے سامنے آگئی اور تم نے اسے آنکھوں دیکھ لیا۔¹⁰² ۱۲

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 98 ▲

اُحد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ اس لیے حکیم مطلق نے اس حالت کی اصلاح کے لیے زر پرستی کے سرچشمے پر بند باندھنا ضروری سمجھا اور حکم دیا کہ سود خواری سے باز آؤ جس میں آدمی رات دن اپنے نفع کے بڑھنے اور چڑھنے کا حساب لگاتا رہتا ہے اور جس کی وجہ سے آدمی کے اندر روپے کی حرص بے حد بڑھتی چلی جاتی ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 99 ▲

سُودِ خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سُودِ خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سُود لینے والوں میں حرص و طمع، بُخل اور خود غرضی۔ اور سُود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور لُبغض و حسد۔ اُحد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بتاتا ہے کہ سُودِ خواری سے فریقین میں جو اخلاقی اوصاف پیدا ہوتے ہیں ان کے بالکل بر عکس انفاق فی سبیل اللہ سے یہ دُوسری قسم کے اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں، اور اللہ کی بخشش اور اس کی جنت اسی دُوسری قسم کے اوصاف سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ پہلی قسم کے اوصاف سے۔ (مزید تشرح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ نمبر 320)

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 100 ▲

اشارہ ہے جنگِ بدر کی طرف۔ اور کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب اُس چوٹ کو کھا کر کافر پست ہمت نہ ہوئے تو اس چوٹ پر تم کیوں ہمت ہارو۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 101 ▲

اصل الفاظ ہیں وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم میں سے کچھ شہید لینا چاہتا تھا، یعنی کچھ لوگوں کو شہادت کی عزّت بخشا چاہتا تھا۔ اور دُوسرامطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اور منافقین کے اُس مخلوط گروہ میں سے جس پر تم اس وقت مشتمل ہو، ان لوگوں کو الگ چھانٹ لینا چاہتا تھا جو حقیقت میں شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ہیں، یعنی اُس منصبِ جلیل کے اہل ہیں جس پر ہم نے اُمّتِ مسلمہ کو سرفراز کیا

ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 102 ▲

اشارہ ہے شہادت کے اُن تمثایوں کی طرف جن کے اصرار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر لٹرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔

QuranUrdu.com

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَيْنُ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى
آعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضْرَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبَ مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ
مِنْهَا وَمَنْ يُرِدُ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَانَجِزِي الشَّكِرِينَ ۝ وَكَائِنٌ مِنْ نَبِيٍّ
قُتَلَ لِمَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَيِّلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا
اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَإِسْرَافَنَا فِي آمْرِنَا وَثَبَّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكُفَّارِينَ ۝ فَأَتْهُمُ اللَّهُ
ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

دکو٦ ۱۵

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟¹⁰³ یاد رکھو! جو اللہ پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزادے گا۔

کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے۔¹⁰⁴ جو شخص ثواب دنیا کے ارادہ سے کام کرے گا اس کو ہم دنیا ہی میں سے دیں گے، اور جو ثواب آخرت¹⁰⁵ کے ارادہ سے کام کرے گا وہ آخرت کا ثواب پائے گا اور شکر کرنے والوں¹⁰⁶ کو ہم ان کی جزا ضرور عطا کریں گے۔ اس سے پہلے کتنے ہی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتوں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ باطل کے آگے پُر نگوں نہیں ہوئے۔¹⁰⁷ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ ان کی دعا بس یہ تھی کہ ”اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے در گزر فرماء، ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہوا سے معاف کر دے، ہمارے قدم جمادے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر“ آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔ ۱۵۶

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 103 ▲

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اکثر صحابہ کی ہمتیں چھپوٹ گئیں۔ اس حالت میں منافقین نے (جو مسلمانوں کے ساتھ ہی لگے ہوئے تھے) کہنا شروع کیا کہ چلو عبد اللہ بن ابی کے پاس چلیں تاکہ وہ ہمارے لیے ابو سفیان سے امان لے دے۔ اور بعض نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر محمدؐ خدا کے رسول ہوتے تو قتل کیسے ہوتے، چلواب دین آبائی کی طرف لوٹ چلیں۔ انہی باتوں کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تمہاری "حق پرستی" محض محمدؐ کی شخصیت سے وابستہ ہے اور تمہارا اسلام ایسا سُست بُنیا دے ہے کہ محمدؐ کے دُنیا سے رخصت ہوتے ہی تم اسی کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے جس سے نکل کر آئے تھے تو اللہ کے دین کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 104 ▲

اس سے یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ موت کے خوف سے تمہارا بھاگنا فضول ہے۔ کوئی شخص نہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے مر سکتا ہے اور نہ اس کے بعد جی سکتا ہے۔ لہذا تم کو فکر موت سے بچنے کی نہیں بلکہ اس بات کی ہونی چاہیے کہ زندگی کی جو مہلت بھی تمہیں حاصل ہے اس میں تمہاری سعی و جہد کا مقصود کیا ہے، دُنیا یا آخرت؟

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 105 ▲

ثواب کے معنی ہیں نتیجہ عمل۔ ثواب دُنیا سے مراد وہ فوائد و منافع ہیں جو انسان کو اُس کی سعی و عمل کے نتیجہ میں اسی دُنیا کی زندگی میں حاصل ہوں۔ اور ثواب آخرت سے مراد وہ فوائد و منافع ہیں جو اسی سعی و عمل کے نتیجہ میں آخرت کی پائیدار زندگی میں حاصل ہوں گے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے انسانی اخلاق

کے معاملہ میں فیصلہ گُن سوال یہی ہے کہ کارزارِ حیات میں آدمی جو دُرُد ھوپ کر رہا ہے اس میں آیا وہ دُنیوی نتائج پر نگاہ رکھتا ہے یا آخر دُنیوی نتائج پر۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 106 ▲

”شکر کرنے والوں“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اس نعمت کے قدر شناس ہوں کہ ان نے دین کی صحیح تعلیم دے کر انھیں دنیا اور اس کی محدود زندگی سے بہت زیادہ وسیع، ایک ناپیدا کنار عالم کی خبر دی، اور انھیں اس حقیقت سے آگاہی بخشی کہ انسانی سمعی و عمل کے نتائج صرف اس دنیا کی چند سالہ زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس زندگی کے بعد ایک دوسرے عالم تک ان کا سلسلہ دراز ہوتا ہے۔ یہ وسعتِ نظر اور یہ دُور بینی و عاقبت اندیشی حاصل ہو جانے کے بعد جو شخص اپنی کوششوں اور محتتوں کو اس دُنیوی زندگی کے ابتدائی مرحلہ میں بار آور ہوتے نہ دیکھے، یا ان کا بر عکس نتیجہ نکلتا دیکھے، اور اس کے باوجود اللہ کے بھروسہ پر وہ کام کرتا چلا جائے جس کے متعلق اللہ نے اسے یقین دلایا ہے کہ بہر حال آخرت میں اس کا نتیجہ اچھا ہی نکلے گا، وہ شکر گزار بندہ ہے۔ بر عکس اس کے جو لوگ اس کے بعد بھی دنیا پرستی کی تنگ نظری میں بُتلار ہیں، جن کا حال یہ ہو کہ دنیا میں جن غلط کوششوں کے بظاہر اچھے نتائج نکلتے نظر آئیں ان کی طرف وہ آخرت کے بُرے نتائج کی پرواکیے بغیر جھگ پڑیں، اور جن صحیح کوششوں کے یہاں بار آور ہونے کی امید نہ ہو، یا جن سے یہاں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، ان میں آخرت کے نتائج خیر کی امید پر اپنا وقت، اپنے مال اور اپنی تو تین صرف کرنے کے لیے تیار ہوں، وہ نا شکرے ہیں اور اس علم کے ناقد رشاس ہیں جو اللہ نے انھیں بخشتا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 107 ▲

یعنی اپنی قلتِ تعداد اور بے سروسامانی، اور کفار کی کثرت اور زور آوری دیکھ کر انہوں نے باطل پرستوں کے آگے سپر نہیں ڈالی۔

QuranUrdu.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرْدُوْكُمْ عَلَى آعْقَابِكُمْ فَتَنْقِلُبُوا لَحْسِرِينَ
 بِلِ اللَّهِ مَوْلَانَا وَهُوَ خَيْرُ النَّصَارَىٰ ١٥٠ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
 بِمَا آشَرَ كُوَا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَنًاٰ وَمَا وُهُمُ النَّارُ ١٥١ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّلَمِينَ
 وَلَقَدْ صَدَقَكُمْ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَ
 عَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرْكَمْتُمْ مَا تُحِبُّونَ ١٥٢ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ
 الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ١٥٣ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَىٰ
 الْمُؤْمِنِينَ ١٥٤ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَكُمْ
 فَآثَابُكُمْ غَمَّا بِغَمٍ ١٥٥ كَيْلًا تَحْرَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ١٥٦ وَاللَّهُ خَيْرٌ بِمَا
 تَعْمَلُونَ ١٥٧ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْتَةً نُعَاسًا يَعْشِي طَآئِفَةً مِنْكُمْ وَ
 طَآئِفَةً قَدْ أَهَمَّتُهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظْنُنُونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ١٥٨ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا
 مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ١٥٩ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ بِلِلَّهِ ١٦٠ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبَدِّلُونَ لَكَ ١٦١ يَقُولُونَ لَوْ
 كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قَتَلْنَا هُنَّا ١٦٢ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ
 عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ ١٦٣ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعُنِ لَأَنَّمَا
اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

۱۵۵

دکو ۱۶

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے **108** اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (ان کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین حق کے دلوں میں رعب بٹھا دیں گے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ان کو خدائی میں شریک ٹھہرایا ہے جن کے شریک ہونے پر اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے اور بہت ہی بری ہے وہ قیام گاہ جوان ظالموں کو نصیب ہو گی۔

اللہ نے تائید و نصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتداء میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا، اور جو نبی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔۔۔۔ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔۔۔۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور حق

یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا¹⁰⁹ کیونکہ مونوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔

یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا، اور رسول تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔¹¹⁰ اس وقت تمہاری اس روشن کا بدله اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے¹¹¹ تاکہ آئندہ کے لیے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہوا س پر ملوں نہ ہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی سی حالت طاری کر دی کہ وہ اوپنگنے لگے۔¹¹² مگر ایک دوسرا گروہ، جس کے لیے ساری اہمیت بس اپنے مفاد، ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلاف حق تھے، یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ ”اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟“ ان سے کہو ”کسی کا کوئی حصہ نہیں“ اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔“ دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جوبات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے، ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ ”اگر قیادت کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔“ ان سے کہہ دو کہ ”اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔“ اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لیے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اسے آزمائے اور جو کھوٹ تمارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے، اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔

تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے ان کی اس لغوش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔ اللہ نے انہیں معاف کر دیا، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور برد

بار ہے۔^{۱۶}

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 108 ▲

یعنی جس کفر کی حالت سے تم نکل کر آئے ہو اُسی میں یہ تمہیں پھر واپس لے جائیں گے۔ منافقین اور یہودی اُحد کی شکست کے بعد مسلمانوں میں یہ خیال پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ محمدؐ اگر واقعی نبی ہوتے تو شکست کیوں کھاتے۔ یہ تو ایک معمولی آدمی ہیں۔ ان کا معاملہ بھی دوسرے آدمیوں کی طرح ہے۔ آج فتح ہے تو کل شکست۔ خدا کی جس حمایت و نصرت کا انہوں نے تم کو یقین دلار کھا ہے وہ محض ایک ڈھونگ ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 109 ▲

یعنی تم نے غلطی تو ایسی کی تھی کہ اگر اللہ تمہیں معاف نہ کر دیتا تو اس وقت تمہارا استیصال ہو جاتا۔ یہ اللہ کا فضل تھا اور اس کی تائید و حمایت تھی جس کی بدولت تمہارے دشمن تم پر قابو پالینے کے بعد ہوش گم کر بیٹھے اور بلا وجہ خود پسپا ہو کر چلے گئے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 110 ▲

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے بیک وقت حملہ ہوا اور ان کی صفحوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ اُحد پر چڑھ گئے، مگر بنی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انج اپنی جگہ سے نہ ہٹئے۔ دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا، دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی تھی، مگر اللہ کا رسول اس نازک موقع پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا اور بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا ایَّ عِبَادَ اللَّهِ اٰتَىَ
عِبَادَ اللَّهِ، اللَّهُ كَبِيرٌ طرف آؤ، اللَّهُ كَبِيرٌ طرف آؤ۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 111 ▲

رنج ہزیمت کا، رنج اس خبر کا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، رنج اپنے کثیر التعداد مقتولوں اور مجرموں کا، رنج اس بات کا کہ اب گھروں کی بھی خبر نہیں، تین ہزار دشمن، جن کی تعداد مدینہ کی مجموعی آبادی سے بھی زیادہ ہے، شکست خورده فوج کو روندتے ہوئے قصبه میں آ گھسیں گے اور سب کو تباہ کر دیں گے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 112 ▲

یہ ایک عجیب تجربہ تھا جو اس وقت لشکرِ اسلام کے بعض لوگوں کو پیش آیا۔ حضرت ابو طلحہؓ جو اس جنگ میں شریک تھے خود بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں ہم پر اونگھ کا ایسا غلبہ ہوا رہا تھا کہ تلواریں ہاتھ سے چھوٹی پڑتی تھیں۔

رَكْوَنٌ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِلَّهِ أَنَّهُمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ
كَانُوا غُرَّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَ
الَّهُ يُحِبُّ وَيُمِيَّتُ وَالَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ^{١٥٦} وَلَئِنْ قُتِلُوكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ
لَتَغْفِرَهُ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً حَيْرٌ فِيمَا يَجْمَعُونَ^{١٥٧} وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلُوكُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ
فِيمَا رَحْمَةٌ مِنَ اللَّهِ لِنَتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقُلُبِ لَانْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ^{١٥٨}
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ^{١٥٩} إِنْ يَنْصُرُكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي
يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ^{١٦٠} وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَعْلَمَ طَوْبَةً
يَعْلَمُ يَأْتِ بِمَا خَلَّ يَوْمَ الْقِيَمةِ ثُمَّ تُوْفَى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ^{١٦١}
أَفَمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ^{١٦٢}
هُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ^{١٦٣} لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلٍ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٌ^{١٦٤} أَوْ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةً قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيَّهَا

قُلْتُمْ أَنِّي هَذَا ۝ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِنَا نَفْسِكُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا آَصَابَكُمْ
 يَوْمَ الْتَّقَىَ الْجَمْعُنِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ لَا ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۝ وَ
 قَيْلَ نَهْمُ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۝ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْغُنُكُمْ ۝ هُمْ
 لِذُكْرِ يَوْمِئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۝ يَقُولُونَ بِآفَواهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۝ وَاللَّهُ
 أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْرَاهِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۝ قُلْ
 فَادْرِءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ۝ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۝ بَلْ أَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينٌ بِمَا أَتَهُمُ اللَّهُ مِنْ
 فَضْلِهِ ۝ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۝ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
 يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۝ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ

دکو٤ ۱۴

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز واقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں ॥ اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہو جاتے ہیں ॥ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔ اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنادیتا ہے، ۱۱۳ ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگرال ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بھر حال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ ہی کی طرف ہے۔

﴿اے پیغمبر ﴿ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت زم مزانج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تشد خواہ اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھپت جاتے، ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے ۔۔۔ ۱۱۴ اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر تنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدله مل جائے گا اور کسی پر

کچھ ظلم نہ ہو گا۔۔۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غصب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہو جو بدترین ٹھکانہ ہے؟ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہا فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟¹¹⁵ حالانکہ جنگ بدر میں ^{۱۱۶} اس سے دو گنی مصیبت تمہارے ہاتھوں فریق مخالف پر پڑ چکی ہے۔ اے نبی! ان سے کہو، یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے،¹¹⁷ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔¹¹⁸ جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کے اذن سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ دیکھ لے تم میں سے مومن کون ہیں اور منافق کون۔ وہ منافق کہ جب ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم اپنے شہر کی مدافعت ہی کرو، تو کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔¹¹⁹ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں، اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی بند لڑنے گئے اور مارے گئے ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے، ان سے کہو اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو خود تمہاری موت جب آئے اسے ٹال کر د کھادینا۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مُردا نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں،¹²⁰ اپنے رب کے پاس رزق پار ہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اُس پر خوش و خُرم ہیں،¹²¹ اور مطمین ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ ﴿۷۱﴾

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 113 ▲

یعنی یہ باتیں حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہقضاءاللہی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ مگر جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور سب کچھ تدبیروں ہی پر موقوف سمجھتے ہیں ان کے لیے اس قسم کے قیاسات بس داغِ حسرت بن کر رہ جاتے ہیں اور وہ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں کہ کاش یوں ہوتا تو یہ ہو جاتا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 114 ▲

جن تیر اندازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقب کی حفاظت کے لیے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن کا شکر لوٹا جا رہا ہے تو ان کو اندر یہ شہر ہوا کہ کہیں ساری غنیمت انہی لوگوں کو نہ مل جائے جو اسے لوٹ رہے ہیں اور ہم تقسیم کے موقع پر محروم رہ جائیں۔ اسی بنا پر انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کو بلا کر اس نافرمانی کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب میں کچھ عذرات پیش کیے جو نہایت کمزور تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا بل ظننتم انا نغل ولا نقسم بکم۔ ”اصل بات یہ ہے کہ تم کو ہم پر اطمینان نہ تھا، تم نے یہ گمان کیا کہ ہم تمہارے ساتھ خیانت کریں گے اور تم کو حصہ نہیں دیں گے۔“ اس آیت کا اشارہ

اسی معاملہ کی طرف ہے۔ ارشادِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری فوج کا کمانڈر خود اللہ کا نبی تھا اور سارے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے تو تمہارے دل میں یہ اندیشہ پیدا کیسے ہوا کہ نبی کے ہاتھ میں تمہارا مفاد محفوظ نہ ہو گا۔ کیا خدا کے پیغمبر سے یہ توقع رکھتے ہو کہ جو مال اس کی نگرانی میں ہو وہ دیانت، امانت اور انصاف کے سوا کسی اور طریقہ سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے؟

▲ سورۃ الْعُمَرَان حاشیہ نمبر: 115 ▲

اکابر صحابہ تو خیر حقیقت شناس تھے اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو سکتے تھے، مگر عام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ جب اللہ کا رسولؐ ہمارے درمیان موجود ہے اور اللہ کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ ہے تو کسی حال میں کفار ہم پر فتح پاہی نہیں سکتے۔ اس لیے جب اُحد میں ان کو شکست ہوئی تو ان کی توقعات کو سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے حیران ہو کر پوچھنا شروع کیا کہ یہ کیا ہوا؟ ہم اللہ کے دین کی خاطر لڑنے گئے، اس کا وعدہ نصرت ہمارے ساتھ تھا، اُس کا رسول خود میدانِ جنگ میں موجود تھا، اور پھر بھی ہم شکست کھا گئے؟ اور شکست بھی اُن سے جو اللہ کے دین کو مٹانے آئے تھے؟ یہ آیاتِ اسی حیرانی کو دُور کرنے کے لیے ارشاد ہوئی ہیں۔

▲ سورۃ الْعُمَرَان حاشیہ نمبر: 116 ▲

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے 70 آدمی شہید ہوئے۔ بخلاف اس کے جنگِ بدر میں کفار کے 70 آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور 70 آدمی گرفتار ہو کر آئے تھے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 117 ▲

یعنی یہ تمہاری اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑا، بعض کام تقویٰ کے خلاف کیے، حکم کی خلاف ورزی کی، مال کی طمع میں مبتلا ہوئے، آپس میں نزاع و اختلاف کیا، پھر کیوں پوچھتے ہو کہ یہ مصیبۃ کہاں سے آئی؟

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 118 ▲

یعنی اللہ اگر تمہیں فتح دینے کی قدرت رکھتا ہے تو شکست دلوانے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 119 ▲

عبد اللہ بن ابی جب تین سو منافقوں کو اپنے ساتھ لے کر راستہ سے پلٹنے لگا تو بعض مسلمانوں نے جا کر اُسے سمجھا نے کی کوشش کی اور ساتھ چلنے کے لیے راضی کرنا چاہا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ ہمیں یقین ہے کہ آج جنگ نہیں ہو گی، اس لیے ہم جار ہے ہیں، ورنہ اگر ہمیں توقع ہوتی کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 120 ▲

ترحیح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ حاشیہ نمبر 155۔ آپ کی سہولت کے لئے یہاں لکھ دیا گیا ہے۔
سورۃ البقرہ حاشیہ نمبر 155:

موت کا لفظ اور اس کا تصور انسان کے ذہن پر ایک ہمّت شکن اثر ڈالتا ہے۔ اس لیے اس بات سے منع کیا گیا کہ شہداء فی سبیل اللہ کو مردہ کہا جائے، کیونکہ اس سے جماعت کے لوگوں میں جذبہ جہاد و قتال اور روح

جان فروشی کے سرد پڑ جانے کا اندیشه ہے۔ اس کے بجائے ہدایت کی گئی کہ اہل ایمان اپنے ذہن میں یہ تصور بھائیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں جان دیتا ہے، وہ حقیقت میں حیاتِ جاوداں پاتا ہے۔ یہ تصور مطابق واقعہ بھی ہے اور اس سے روح شجاعت بھی تازہ ہوتی اور تازہ رہتی ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 121 ▲

مسند احمد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل لے کر دُنیا سے جاتا ہے اُسے اللہ کے ہاں اس قدر پُر لطف اور پُر کیف زندگی میسر آتی ہے جس کے بعد وہ کبھی دُنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرتا۔ مگر شہید اس سے مستثنی ہے۔ وہ تمنا کرتا ہے کہ پھر دُنیا میں بھیجا جائے اور پھر اُس لذت، اس سرور اور اس نشے سے لطف اندوز ہو جو راہِ خدا میں جان دیتے وقت حاصل ہوتا ہے۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا
 أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٨٢﴾ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمُ الْأَنَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوكُمْ فَاخْشُوْهُمْ فَرَادُهُمْ
 إِيْمَانًا ﴿١٨٣﴾ وَقَاتُوكُمُ الْأَنَّاسُ إِنَّ اللَّهَ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ
 يَمْسِسُهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوكُمُ الْأَنَّاسُ إِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٤﴾ إِنَّمَا ذِكْرُكُمُ الشَّيْطَنُ
 يُخَوِّفُ أَوْلَيَاءَكُمْ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٨٥﴾ وَلَا يَحْزُنْكُمُ الَّذِينَ
 يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضْرُرُوكُمْ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَا يَجْعَلَ لَّهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَ
 لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٨٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُ الْكُفْرَ بِالْأَيْمَانِ لَنْ يَضْرُرُوكُمْ شَيْئًا وَلَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٧﴾ وَلَا يَحْسَبُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوكُمْ أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنَفْسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ
 يَرِزُّدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٨٨﴾ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ
 حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيرَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ
 مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَقْوَى فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٨٩﴾
 وَلَا يَحْسَبُنَّ الَّذِينَ يَخْلُوْنَ بِمَا أَتَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرُ الَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرُّهُمْ سَيِّطَوْقُونَ
 مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَبِاللَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ

۱۸ دکوں

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا ¹²² ان میں جو اشخاص نیکوکار اور پرہیز گار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ اور وہ جن ¹²³ سے لوگوں نے کہا کہ ”تمہارے خلاف بڑی فوج جمع ہوئی ہیں، ان سے ڈرو“ تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کار ساز ہے۔ آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلت آئے، ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر چلنے کا شرف بھی انھیں حاصل ہو گیا، اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈر رہا تھا۔ لہذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو۔ ¹²⁴

﴿اے پیغمبر ﷺ جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑدھوپ کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں آزر دہ نہ کریں، یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے۔ جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے، یہ ڈھیل جو ہم انھیں دیے جاتے ہیں اس کو یہ کفار اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں، ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارگناہ سمیٹ لیں، پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو۔ ¹²⁵ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔ مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع

کر دے۔ **126** غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے، لہذا ﴿امورِ غیب کے بارے میں﴾ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ اگر تم ایمان اور خدا ترسی کی روشن پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے **127** اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ۱۸۶

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 22

جنگِ اُحد سے پلٹ کر جب مشرکین کئی منزل دُور چلے گئے تو انھیں ہوش آیا اور انہوں نے آپس میں کہا یہ ہم نے کیا حرکت کی کہ محمدؐ کی طاقت کو توڑ دینے کا جو بیش قیمت موقع ملا تھا اسے کھو کر چلے آئے۔ چنانچہ ایک جگہ ٹھیکر کر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مدینہ پر فوراً ہی دُوسری حملہ کر دیا جائے۔ لیکن پھر ہمت نہ پڑی اور مگر وہ اپس چلے گئے۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ لوگ کہیں پھر نہ پلٹ آئیں۔ اس لیے جنگِ اُحد کے دوسرے ہی دن آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کفار کے تعاقب میں چلننا چاہیے۔ یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا، مگر پھر بھی جو سچے مومن تھے وہ جان نثار کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے جو مدینہ سے 8 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس آیت کا اشارہ انہی فدائکاروں کی طرف ہے۔

▲ سورہ ال عمران حاشیہ نمبر: 123

یہ چند آیات جنگِ اُحد کے ایک سال بعد نازل ہوئی تھیں مگر چونکہ ان کا تعلق اُحد ہی کے سلسلہ واقعات سے تھا اس لیے ان کو بھی اس خطبہ میں شامل کر دیا گیا۔

▲ سورہ ال عمران حاشیہ نمبر: 124

اُحد سے پلٹتے ہوئے ابوسفیان مسلمانوں کو چینچ دے گیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا پھر مقابلہ ہو گا۔ مگر جب وعدے کا وقت قریب آیا تو اس کی ہمّت نے جواب دے دیا کیونکہ اُس سال مکہ میں قحط تھا۔ لہذا اُس نے پہلو بچانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ خفیہ طور پر ایک شخص کو بھیجا جس نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ خبریں مشہور کرنی شروع کیں کہ اب کے سال قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے اور ایسا بھاری لشکر جمع کر رہے ہیں جس کا مقابلہ تمام عرب میں کوئی نہ کر سکے گا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ مسلمان خوفزدہ ہو کر اپنی جگہ رہ جائیں اور مقابلہ پر نہ آنے کی ذمہ داری اُنہی پر رہے۔ ابوسفیان کی اس چال کا یہ اثر ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی طرف چلنے کے لیے مسلمانوں سے اپیل کی تو اس کا کوئی ہمّت افزا جواب نہ ملا۔ آخر کار اللہ کے رسول نے بھرے مجمع میں اعلان کر دیا کہ اگر کوئی نہ جائے گا تو میں اکیلا جاؤں گا۔ اس پر 15 سو فدا کار آپؐ کے ساتھ چلنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپؐ اُنہی کو لے کر بدر تشریف لے گئے۔ اُدھر سے ابوسفیان دوہزار کی جمیعت لے کر چلا مگر دور روز کی مسافت تک جا کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس سال لڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، آئندہ سال آئیں گے چنانچہ وہ اور اس کے ساتھی واپس ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز تک بدر کے مقام پر اس کے انتظار میں مقیم رہے اور اس دُوران میں آپؐ کے ساتھیوں نے ایک تجارتی قافلہ سے کاروبار کر کے خوب مالی فائدہ اُٹھایا۔

پھر جب یہ خبر معلوم ہو گئی کہ کفار واپس چلے گئے تو آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

▲ سورۃ ال عمران حاشیہ نمبر: 125 ▲

یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جماعت کو اس حال میں دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ ان کے درمیان سچے اہل ایمان اور منافق، سب خلط ماطر ہیں۔

▲ سورۃ ال عمران حاشیہ نمبر: 126 ▲

یعنی مومن و منافق کی تمیز نمایاں کرنے کے لیے اللہ یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کرتا کہ غیب سے مسلمانوں کو دلوں کا حال بتادے کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق، بلکہ اس کے حکم سے ایسے امتحان کے موقع پیش آئیں گے جن میں تجربہ سے مومن اور منافق کا حال کھل جائے گا۔

▲ سورۃ ال عمران حاشیہ نمبر: 127 ▲

یعنی زمین و آسمان کی جو چیز بھی کوئی مخلوق استعمال کر رہی ہے وہ دراصل اللہ کی ملک ہے اور اس پر مخلوق کا قبضہ و تصرف عارضی ہے۔ ہر ایک کو اپنے مقویات سے بہر حال بے دخل ہونا ہے اور آخر کار سب کچھ اللہ ہی کے پاس رہ جانے والا ہے۔ لہذا عقل مند ہے وہ جو اس عارضی قبضہ کے دوران میں اللہ کے مال کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر صرف کرتا ہے۔ اور سخت بیوقوف ہے وہ جو اسے بچا بچا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

لَقْدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَّ نَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَ قَتَلَهُمْ
 الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُولُ ذُوْقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿١٨١﴾ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُ أَيْدِيْكُمْ وَ أَنَّ اللَّهَ
 يَسِ بِظَلَامٍ لِّلْعَيْدِ ﴿١٨٢﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَاهَدَ إِلَيْنَا آلا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا
 بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۖ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَ بِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ
 إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ﴿١٨٣﴾ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَ النُّبُرِ وَ
 الْكِتَبِ الْمُنِيرِ ﴿١٨٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآءِقَةُ الْمَوْتِ ۖ وَ إِنَّمَا تُوفَّونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ فَمَنْ
 زُحِّرَ حَمْنَانِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۖ وَ مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾
 لَتُبْلَوْنَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ ۗ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
 مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذَى كَثِيرًا ۖ وَ إِنْ تَصْبِرُوكُمْ وَ تَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾ وَ إِذْ
 أَخْذَ اللَّهُ مِيَثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ لَتُبَيِّنَنَّهُ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكُنُتُمْ نَهَادُهُ وَ رَأَةَ
 ظُهُورِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَإِنَّمَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا
 أَتَوْا وَ يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَ إِلَهٌ مُّلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ ۖ وَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾

دکوع ۱۹

اللہ نے ان لوگوں کا قول سناؤ جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔¹²⁸ ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے، اور اس سے پہلے جو وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں وہ بھی ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہے۔ جب فیصلہ کا وقت آئے گا اس وقت ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنم کا مرا چکھو، یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اللہ اپنے بندوں کے لیے ظالم نہیں ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں ”اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی ہے کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہ کریں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کرے جسے غیب سے آکر آگ کھالے“، ان سے کہو ”تمہارے پاس مجھ سے پہلے بہت رسول آچکے ہیں جو بہت سی روشن نشانیاں لائے تھے اور وہ نشانی بھی لائے تھے جس کا تم ذکر کرتے ہو، پھر اگر ایمان لانے کے لیے یہ شرط پیش کرنے میں تم سچے ہو تو ان رسولوں کو تم نے کیوں قتل کیا؟¹²⁹“ اب اے محمد! اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بہت سے رسول تم سے پہلے جھٹلائے جا چکے ہیں جو کھلی کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتابیں لائے تھے۔ آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔¹³⁰

مسلمانو! تمہیں مال و جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی، اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روشن پر قائم رہو¹³¹ تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ ان اہل کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات

کو لوگوں میں پھیلانا ہو گا، انھیں پوشیدہ رکھنا نہیں **132** ہو گا۔ مگر انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔ لتنا برا کار و بار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ تم ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتلوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں کی تعریف انھیں حاصل ہو جو فی الواقع انہوں نے نہیں کیے ہیں۔ **133** حقیقت میں ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ زمین اور آسمان کا مالک اللہ ہے اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔ ۱۹۶

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 128 ▲

یہ یہودیوں کا قول تھا۔ قرآن مجید میں جب یہ آیت آئی کہ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا، ”کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے“، تو اس کا مذاق اڑاتے ہوئے یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ جی ہاں، اللہ میاں مفلس ہو گئے ہیں، اب وہ بندوں سے قرض مانگ رہے ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 129 ▲

بابیبل میں متعدد مقامات پر یہ ذکر آیا ہے کہ خدا کے ہاں کسی قربانی کے مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ غیب سے ایک آگ نمودار ہو کر اسے بھسم کر دیتی تھی (قضاۃ 6: 20-21 و 13: 19-20)۔ نیز یہ ذکر بھی بابیبل میں آتا ہے کہ بعض مواقع پر کوئی نبی سو ختنی قربانی کرتا تھا اور ایک غیبی آگ آ کر اسے کھالیتی تھی (احبار 9: 24۔ تواریخ 7: 1-2)۔ لیکن یہ کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ اس طرح کی قربانی نبووت کی کوئی ضروری علامت ہے، یا یہ کہ جس شخص کو یہ معجزہ نہ دیا گیا ہو وہ ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ایک من گھرت بہانا تھا جو یہودیوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبووت کا انکار کرنے کے لیے نصیف کر لیا تھا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر ان کی حق دشمنی کا ثبوت یہ تھا کہ خود انبیاء بنی اسرائیل میں سے بعض نبی

ایسے گزرے ہیں جنہوں نے آتشیں قربانی کا یہ معجزہ پیش کیا اور پھر بھی یہ جرائم پیشہ لوگ ان کے قتل سے باز نہ رہے۔ مثال کے طور پر بائیبل میں حضرت الیاسؑ (ایلیاہ تشبی) کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بعل کے پچاریوں کو چیلنج دیا کہ مجمع عام میں ایک بیل کی قربانی تم کرو اور ایک کی قربانی میں کرتا ہو۔ جس کی قربانی کو غیبی آگ کھالے وہی حق پر ہے۔ چنانچہ ایک خلق کثیر کے سامنے یہ مقابلہ ہوا اور غیبی آگ نے حضرت الیاسؑ کی قربانی کھائی۔ لیکن اس کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ اسرائیل کے بادشاہ کی بعل پرست ملکہ حضرت الیاسؑ کی دشمن ہو گئی، اور وہ زن پرست بادشاہ اپنی ملکہ کی خاطر ان کے قتل کے درپے ہوا اور ان کو مجبوراً ملک سے نکل کر جزیرہ نما یونین کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی (1۔ سلاطین۔ باب 19 و 18)۔ اسی بنابر ارشاد ہوا ہے کہ حق کے دشمنو! تم کس منہ سے آتشیں قربانی کا معجزہ مانگتے ہو؟ جن پیغمبروں نے یہ معجزہ دکھایا تھا انہی کے قتل سے تم کب باز رہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 130 ▲

یعنی اس دنیا کی زندگی میں جو نتائج رو نما ہوتے ہیں انہی کو اگر کوئی شخص اصلی اور آخری نتائج سمجھ بیٹھے اور انہی پر حق و باطل اور فلاح و خساراں کے فیصلے کا مدار رکھے تو درحقیقت وہ سخت دھوکہ میں بُتلا ہو جائے گا۔ یہاں کسی پر نعمتوں کی بارش ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہی حق پر بھی ہے اور اسی کو اللہ کی بارگاہ میں قبولیت بھی حاصل ہے۔ اور اسی طرح یہاں کسی کا مصائب و مشکلات میں بُتلا ہونا بھی لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ باطل پر ہے اور مرد و دبارگاہِ الٰہی ہے۔ اکثر اوقات اس ابتدائی مرحلہ کے نتائج ان آخری نتائج کے بر عکس ہوتے ہیں جو حیاتِ ابدی کے مرحلہ میں پیش آنے والے ہیں۔ اور اصل اعتبار انہی نتائج کا ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 131 ▲

یعنی اُن کے طعن و تشنیع، اُن کے الزامات، اُن کے بیہودہ طرزِ کلام اور اُن کی جھوٹی نشر و اشاعت کے مقابلہ میں بے صبر ہو کر تم ایسی باتوں پر نہ اُتر آؤ جو صداقت و انصاف، وقار و تہذیب اور اخلاقِ فاضلہ کے خلاف ہوں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 132 ▲

یعنی انھیں یہ تو یاد رہ گیا کہ بعض پیغمبروں کو آگ میں جلنے والی قربانی بطور نشان کے دی گئی تھی، مگر یہ یاد نہ رہا کہ اللہ نے اپنی کتاب ان کے سپرد کرتے وقت ان سے کیا عہد لیا تھا اور کس خدمتِ عظیمی کی ذمہ داری ان پر ڈالی تھی۔ یہاں جس عہد کا ذکر کیا گیا ہے اس کا ذکر جگہ جگہ با تکمیل میں آتا ہے۔ خصوصاً کتاب استثناء میں حضرت موسیٰؑ کی جو آخری تقریر نقل کی گئی ہے اس میں توهہ بار بار بنی اسرائیل سے عہد لیتے ہیں کہ جو احکام میں نے تم کو پہنچائے ہیں انھیں اپنے دل پر نقش کرنا، اپنی آئندہ نسلوں کو سکھانا، گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے، ہر وقت ان کا چرچا کرنا، اپنے گھر کی چوکھٹوں پر اور اپنے پھانکوں پر ان کو لکھ دینا (4:6-9)۔ پھر اپنی آخری نصیحت میں انہوں نے تاکید کی کہ فلسطین کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد پہلا کام یہ کرنا کہ کوہ عیبال پر بڑے بڑے پتھر نصب کر کے توراة کے احکام ان پر کندا کر دینا (2:27-4)۔ نیز بنی لاوی کو توراة کا ایک نسخہ دے کر ہدایت فرمائی کہ ہر ساتویں برس عیدِ خیام کے موقع پر قوم کے مردوں، عورتوں، بچوں سب کو جگہ جگہ جمع کر کے یہ پوری کتاب لفظ بلفظ ان کو شناختے رہنا۔ لیکن اس پر بھی کتاب اللہ سے بنی اسرائیل کی غفلت رفتہ رفتہ یہاں تک بڑھی کہ حضرت موسیٰؑ کے سات سو برس بعد ہیکل سلیمانی کے سجادہ نشین، اور یروشلم کے یہودی فرماں رواتک کو یہ معلوم نہ تھا کہ

ان کے ہاں توراۃ نامی بھی کوئی کتاب موجود ہے۔ (2۔ سلاطین۔ 22:8-13)۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 133 ▲

مثلاً وہ اپنی تعریف میں یہ سُننا چاہتے ہیں کہ حضرت بڑے متّقی ہیں، دیندار اور پارسا ہیں، خادمِ دین ہیں، حامیِ شرعِ متین ہیں، مُصلح و مزگی ہیں، حالانکہ حضرت کچھ بھی نہیں۔ یا اپنے حق میں یہ ڈھنڈو را پٹوانا چاہتے ہیں کہ فلاں صاحب بڑے ایثار پیشہ اور مخلص اور دیانت دار رہنمای ہیں اور انہوں نے ملت کی بڑی خدمت کی ہے، حالانکہ معاملہ بالکل بر عکس ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِتَافِ الْيَوْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّا يُؤْلِمُ الْأَلْبَابَ ﴿١٩٦﴾
 الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بِأَطْلَالٍ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلُ
 النَّارَ فَقَدْ أَخْرَيْتَهُ وَمَا لِلظَّلَمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿١٩٨﴾ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًّا يُنَادِي
 لِلْإِيمَانِ أَنْ أَمْنُوا بِرَبِّكُمْ فَأَمَّنَا ﴿١٩٩﴾ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاتِنَا وَتَوَفَّنَا
 مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿٢٠٠﴾ رَبَّنَا وَأَتَنَا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ﴿٢٠١﴾ إِنَّكَ لَا
 تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠٢﴾ فَاسْتَجَابَ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيقُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ
 أُنْثَى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ﴿٢٠٣﴾ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَيِّئِينَ وَ
 قَتْلُوا وَقُتْلُوا لَا كَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاتِهِمْ وَلَا دُخِلَنَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ
 ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الشَّوَّابِ ﴿٢٠٤﴾ لَا يَغْرِنَكَ تَقْلُبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي
 الْبِلَادِ ﴿٢٠٥﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا وُهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ لِكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا
 رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِيْنَ فِيهَا نُرِّلَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ
 اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ﴿٢٠٧﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ وَمَا

أُنْزَلَ إِلَيْهِمْ حُشِّعِينَ بِلِهِ لَا يَشْتَرُونَ بِأَيْتِ اللَّهِ شَنَّا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يَا يَهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾

دکوء ۲۰

ز میں ¹³⁴ اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہو شمندوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غورو فکر کرتے ہیں۔ ¹³⁵ ﴿وَهُوَ بِالْخِيَارِ بُولُ الْأَطْحَنَةِ ہیں﴾ ”پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبیث کام کرے۔ پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، ¹³⁶ ﴿تُونَ نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوانی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ مالک! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی، ¹³⁷ پس اے ہمارے آقا! جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے در گزر فرماء، جو برائیاں ہم میں ہیں انھیں دور کر دے اور ہمارا خاتمه نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوند! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے کیے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوانی میں نہ ڈال، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔ ¹³⁸

جواب میں ان کے رب نے فرمایا ”میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ ¹³⁹ لہذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے

اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔” **140**

اے نبی! دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سالطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ بر عکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کی طرف سے یہ سامانِ ضیافت ہے ان کے لیے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے۔ اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی، اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں، اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر نیچ نہیں دیتے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، **141** حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ ۶۰

▲ سورۃ ال عمران حاشیہ نمبر: 134 ▲

یہ خاتمه کلام ہے۔ اس کا ربط اُپر کی قریبی آیات میں نہیں بلکہ پوری سورۃ میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس کو سمجھنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ سورۃ کی تمہید کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 135 ▲

یعنی ان نشانیوں سے ہر شخص بآسانی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ خدا سے غافل نہ ہو، اور آثار کائنات کو جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ غورو فکر کے ساتھ مشاہدہ کرے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 136 ▲

جب وہ نظام کائنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت ان پر کھل جاتی ہے کہ یہ سراسر ایک حکیمانہ نظام ہے۔ اور یہ بات سراسر حکمت کے خلاف ہے کہ جس مخلوق میں اللہ نے اخلاقی حس پیدا کی ہو، جسے تصرف کے اختیارات دیے ہوں، جسے عقل و تمیز عطا کی ہو، اُس سے اُس کی حیاتِ دنیا کے اعمال پر باز پُرس نہ ہو، اور اسے نیکی پر جزا اور بدی پر سزا نہ دی جائے۔ اس طرح نظام کائنات پر غورو فکر کرنے سے انھیں آخرت کا لقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی سزا سے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 137 ▲

اسی طرح یہی مشاہدہ اُن کو اس بات پر بھی مطمئن کر دیتا ہے کہ پیغمبر اس کائنات اور اس کے آغاز و انجام کے متعلق جونقطہ نظر پیش کرتے ہیں اور زندگی کا جو راستہ بتاتے ہیں وہ سراسر حق ہے۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 138 ▲

یعنی انھیں اس امر میں تو شک نہیں ہے کہ اللہ اپنے وعدوں کو پورا کرے گا یا نہیں۔ البتہ تردید اس امر میں ہے کہ آیا ان وعدوں کے مصدقہ ہم بھی قرار پاتے ہیں یا نہیں۔ اس لیے وہ اللہ سے دُعماً نگتے ہیں کہ ان وعدوں کا مصدقہ ہمیں بنادے اور ہمارے ساتھ انھیں پورا کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں تو ہم پیغمبروں پر

ایمان لا کر کفر کی تفحیک اور طعن و تشنیع کے ہدف بنے ہی ہیں، قیامت میں بھی ان کافروں کے سامنے ہماری رسوائی ہو اور وہ ہم پر پھیتی کسیں کہ ایمان لا کر بھی ان کا بھلانہ ہوا۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 139 ▲

یعنی تم سب انسان ہو اور میری نگاہ میں یکساں ہو۔ میرے ہاں یہ دستور نہیں ہے کہ عورت اور مرد، آقا اور غلام، کالے اور گورے، اُوچ اور ٹیچ کے انصاف کے اصول اور فیصلے کے معیار الگ الگ ہوں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 140 ▲

روایت ہے کہ بعض غیر مسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ عاصا اور یہ بیضاء لائے تھے۔ عیسیٰ اندھوں کو پینا اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے تھے۔ دوسرے پیغمبر بھی کچھ نہ کچھ مجذبے لائے تھے۔ آپ فرمائیں کہ آپ کیا لائے ہیں؟ اس پر آپ نے اس رکوع کے آغاز سے یہاں تک کی آیات تلاوت فرمائیں اور ان سے کہا میں تو یہ لایا ہوں۔

سورة ال عمران حاشیہ نمبر: 141 ▲

اصل عربی متن میں صَابِرُوۤا کا لفظ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ کفار اپنے کفر پر جو مضبوطی دکھار ہے ہیں اور اس کو سر بلند رکھنے کے لیے جوز جمیں اٹھار ہے ہیں تم ان کے مقابلے میں ان سے بڑھ کر پامردی دکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ ان کے مقابلے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر پامردی دکھاؤ۔